ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

مارچ
2007ء

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

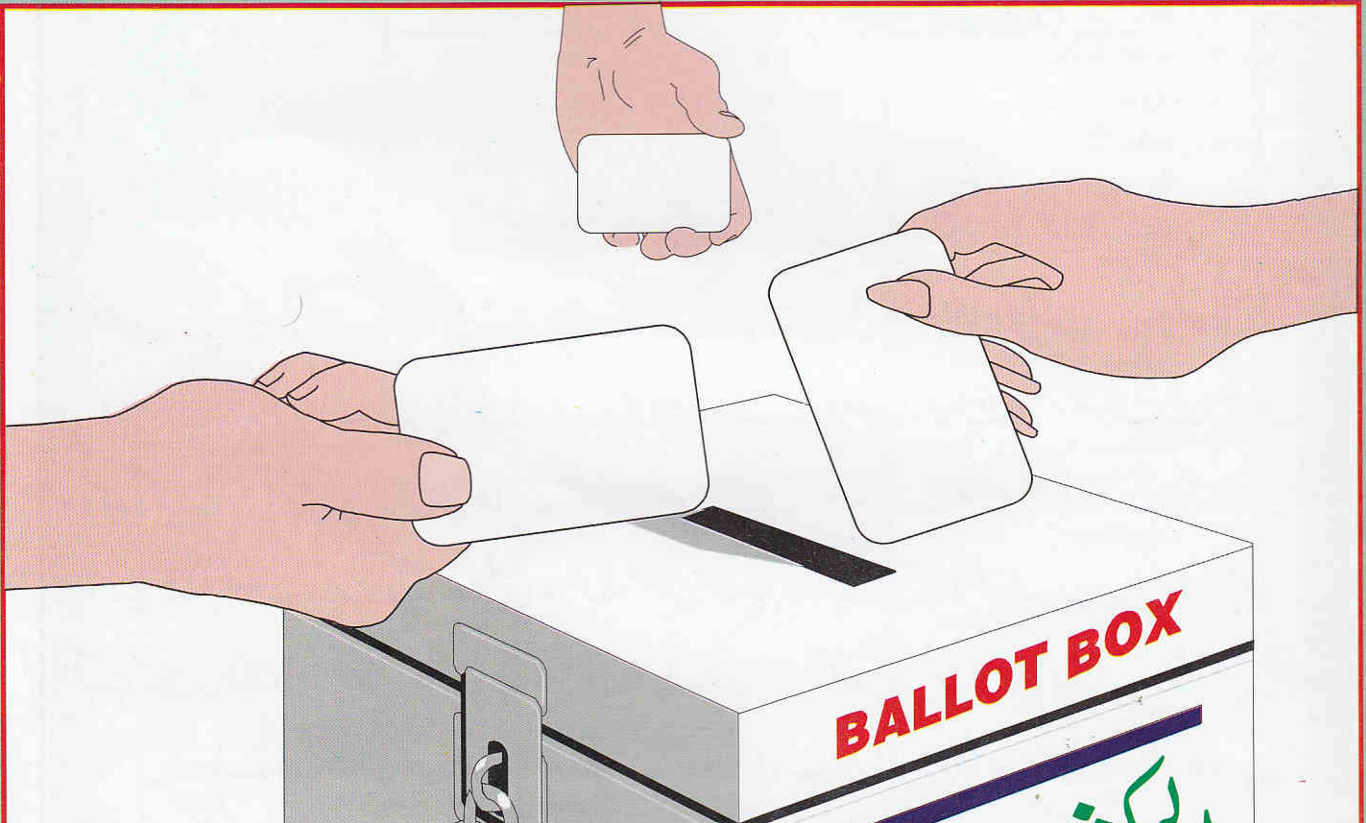

"ووٹ محض طرفداری یا دھڑاداری نہیں یہ ذریعہ ہے انقلاب کا"

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ
المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مارچ 2007ء محرم الحرام / صفر

جلد نمبر 28 | شمارہ نمبر 8

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ	امیر محمد اکرم اعوان	6
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔	امیر محمد اکرم اعوان	10
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	19
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	27
اسلام زندہ رہے گا	امیر محمد اکرم اعوان	31
آداب لطائف	امیر محمد اکرم اعوان	39
کامیاب زندگی کے تین اُصول	حافظ عبدالرزاق	43
بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	46
غبار راہ (سلسلہ وار)	امیر محمد اکرم اعوان	49
اسرار التنزیل (انگلش)	امیر محمد اکرم اعوان	56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ پروفیسر عبدالرزاق

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن، لاہور فون 042-5182727

Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد، اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ، بل کویان، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

رب کی قسم

کفار کہتے ہیں کہ انہیں قیامت کا حادثہ پیش نہ آئے گا۔ ان سے کہیے میرے رب کی قسم۔ یعنی اللہ کی صفت ربوبیت اس بات پر گواہ ہے اور اس کا تقاضا ہے لہٰذا تم پر قیامت ضرور واقع ہوگی کب ہوگی یہ حقیقت ان غائب امور میں سے ہے جن سے صرف اللہ واقف ہے۔ یہاں رب کی قسم سے ربوبیت کو گواہ بنایا گیا ہے کہ جس کی قسم دی جائے اس سے مراد اس واقعہ پر اس کی شہادت ہوتی ہے اسی وجہ سے اللہ کے علاوہ کسی کی قسم دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ کے علوم اس قدر وسیع ہیں کہ انسانی عقل اندازہ تک کرنے سے معذور اور قاصر ہے کہ ارض و سما کا ہر ذرہ اس سے بھی چھوٹا وجود یا کوئی بڑے سے بڑی شے سب کچھ لوح محفوظ میں ہے جو ایک کتاب ہے پھر اللہ کے علوم کی وسعت کا اندازہ کیسے ممکن ہے اور یہ سارا نظام اس نے اس لئے ترتیب دیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں اور اطاعت کی راہ اختیار کریں ان پر اس کی بخشش اور کرم و احسان ہو اور وہ ایک خوبصورت زندگی اور بہت شاندار طریق زندگی حاصل کریں اور جو لوگ اللہ کے احکام کو نافذ ہونے سے روکیں اُن پر عمل کرنے کی بجائے دوسروں کو بھی منع کریں ان کے لئے اس کے نتیجے میں دردناک عذاب ہو یہ سب کچھ اس علیم و خبیر کے اس نظام کے فطری نتائج ہیں۔

جن لوگوں کو پہلی کتابوں کا علم عطا ہوا ہے وہ اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے یہ حق ہے اور اللہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اللہ جو زبردست طاقت کا مالک اور تمام کمالات کا مالک ہے۔ اس خوبصورت نظام تخلیق کے ہوتے ہوئے کفار اُخروی زندگی کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دوبارہ ذرات کو جوڑ کر انسان بنانا یا زندہ کرنا ممکن نہیں اس لئے لوگوں سے کہتے ہیں آؤ تمہیں ایک ایسے بندے کی بات سنائیں جو یہ کہتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی میں مل جاؤ گے تو تمہارے ذرات منتشر ہو چکے ہوں گے تو تمہیں پھر نئے سرے سے زندہ کیا جائے گا۔ یوں لگتا ہے کہ ایسا کہنے والا بندہ اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے یا پھر اُسے کسی جن نے پکڑا ہے اور جو منہ میں آتا ہے کہے جا رہا ہے۔ بھلا ایسا کس طرح ممکن ہے حالانکہ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ خود آخرت کا انکار کر کے گمراہی میں مبتلا ہیں جس کے سبب سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور حق سے بہت دور ہو چکے ہیں۔

ومن یقنت ...... سورۃ سبا

اداریہ

ووٹ ذریعہ انقلاب ہے!

سال رواں وطن عزیز میں موجودہ اسمبلی کا آخری پارلیمانی سال قرار دیا جا رہا ہے اور یہ اعلان بھی ہو چکا ہے کہ اسی سال نئے قومی الیکشن کا انعقاد ہوگا۔ دنیا کے حالات میں جو برق رفتار تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور ملک خداداد میں تواتر کے ساتھ جس نوعیت کے حادثات وسانحات جنم لے رہے ہیں اس سے بہت سے سوالات نے جنم لیا ہے اور یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ موجودہ سال کے آخر تک حالات کیا صورت اختیار کر چکے ہوں گے۔ ان زمینی حقائق کو نظر انداز کر کے حسن ظن کے ساتھ اگر نئے الیکشن ہی پر تکیہ کر لیا جائے تب بھی ماضی کے تلخ تجربات کی روشنی میں مستقبل کے الیکشن کے لئے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے جو ملک وقوم کے لئے بہتری کا سبب ثابت ہو۔

صورت حال یہ ہے کہ ایک یونین ناظم الیکشن مہم پر لاکھوں روپے خرچ کرتا ہے اور ممبران اسمبلی کروڑوں روپے کے حساب سے خرچ کرتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ الیکشن میں شرکت کے لئے دولت کی فراوانی بنیادی شرط قرار پاتی ہے، جس کے باعث عام آدمی الیکشن میں حصہ لینے کے بارے سوچ بھی نہیں سکتا اور پارلیمنٹ کی رکنیت مخصوص بالائی طبقے تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ الیکشن کمیشن کو اس صورتحال کا نوٹس لے کر دولت کے بے جا استعمال پر پابندی عائد کرنی چاہئے ورنہ نئے انتخابات میں دوبارہ وہی لوگ پارلیمنٹ پہنچ جائیں گے جو بنیادی مسائل اور عوامی خواہشات کا ادراک ہی نہیں رکھتے اور ملک کے حقیقی عوام سے ان کا دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

الیکشن کے حوالے سے ایک اور بنیادی بات جس کی طرف بالعموم بہت کم توجہ دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک بھاری اکثریت الیکشن کے عمل میں شریک ہی نہیں ہوتی۔ گذشتہ ادوار کے قومی انتخابات کے اعداد وشمار دیکھے جائیں تو مجموعی ''ٹرن اوور'' 26 فیصد سے زیادہ نہیں ہے جس کو کھینچ تان کر تیس فیصد ثابت کیا جاتا ہے گویا 70 فیصد لوگ الیکشن میں شریک ہی نہیں ہوتے۔

عوام الناس کا الیکشن میں شرکت نہ کرنے کا ایک بنیادی سبب دیندار لوگوں کا یہ انداز فکر بھی ہے کہ انہوں نے ووٹ کے عمل کو شیطانی کھیل قرار دے رکھا ہے اور اپنی پارسائی کا سب سے بڑا ثبوت بھی یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم تو سیاست میں حصہ ہی نہیں لیتے نہ ووٹ کا حق استعمال کرتے ہیں۔

گذشتہ دنوں امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ نے دارالعرفان منارہ میں ذاکرین وسالکین کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کی نشاندہی فرمائی کہ ''اگر الیکشن ہوں تو جس طرح عبادات ضروری ہیں اُسی طرح انتخابات کی تیاری بھی ضروری ہے۔ ہمیں حکومتوں اور حکمرانوں سے شکایت ہوتی ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ووٹ کس نے دیا ہے۔ اگر حکومت اچھی نہیں ہوتی تو اس کے ذمہ دار ہم بھی ہیں۔ اپنے آپ کو لعن طعن کرنی چاہئے کہ ہم نے یہ کیا ظلم کیا، ہم یہ کس کو پکڑ کر لے آئے۔ ہمارے دین دار طبقے میں ایک بہت بڑی بیماری یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ووٹ نہ دے کر ہم دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ووٹ نہ دینا بھی ناپسندیدہ لوگوں کے لئے راستہ کھلا چھوڑ دینا ہے۔ ووٹ نہ دینے والے حضرات بھی حکمرانوں کے مظالم میں برابر کے شریک ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ بھی اپنے اردگرد اپنے ماحول میں ایک مثبت فضا پیدا کریں اور لوگوں تک یہ بات پہنچائیں کہ ووٹ محض طرفداری یا دھڑا داری نہیں یہ ذریعہ ہے انقلاب کا۔ آپ اس سے مثبت انقلاب بھی لا سکتے ہیں اور منفی قوتوں کو بھی اوپر لا سکتے ہیں۔''

امیر المکرم کے حالیہ بیان سے اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ بحیثیت قوم ہم کس قدر کج فہمی کا شکار ہیں۔ انتخابات سے قبل ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل فکر ودانش قوم کو ووٹ کی ضرورت واہمیت سے آگاہی دلانے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں اور الیکشن کمیشن انتخابی عمل میں پائی جانے والی بے شمار خامیوں کا تدارک کرے تاکہ اہل اور دیانتدار قیادت ابھر کر سامنے آئے اور آنے والے انتخابات قوم کو کسی منزل تک لے جانے کا ذریعہ ثابت ہوں۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

نشانِ منزل — گردِ سفر

سوچ سمندر — کونسی ایسی بات ہوئی ہے

دیدہ تر — آس جزیرہ — متاعِ فقیر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

غزل

ہم نے قاصد تیرا اُترا ہوا چہرہ دیکھا
ہے تو خاموش مگر بات سنا دیتا ہے

اپنی باتوں میں وہ میری غزل کی صورت
آج کے دور کی تصویر دکھا دیتا ہے

بھولنا اس کو کچھ آسان نہ معلوم ہوا
یوں زمانہ تو ہر اک چیز بھلا دیتا ہے

مرگ یہ میری وہ آکر سر بالیں بولے
خوب چہرہ ہے جو قاتل کو رلا دیتا ہے

بے وفائی کا گلہ اس سے ہمیں ہے سیماب
وہ جو منبر سے ہمیں درسِ وفا دیتا ہے

اقوالِ شیخ

- ...دیانت اور امانت یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کا حکم بے چون و چرا مانا جائے اور محبت سے مانا جائے۔
- ...کسی صاحبِ شریعت رسول کو کافر شہید نہیں کر سکے بلکہ وہ ہمیشہ فاتح ہوا، کفر پر غالب آیا اور اللہ کے دین کا نفاذ ہوا۔
- ...اسلام اللہ کی مخلوق کو جہنم کے سائے سے نکال کر رحمت الٰہی کے سائے میں لانے کا نام ہے۔
- ...قرآن حکیم کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے سارے مضامین کو ایک چھوٹی سی کتاب میں بند کر دیا۔
- ...ہمیں دراصل دین مبین کی پیروی کرنے سے زیادہ اس بات سے غرض ہے کہ دوسرا کیا کر رہا ہے اور کیسے کر رہا ہے!
- ...اسلام کی وسعت نظری تو تہذیب انسانی پہ ایک احسان عظیم ہے۔ اسلام نے پہلی مرتبہ تمام انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کیا۔
- ...دین داروں نے تعصب کا لٹھ ہاتھ میں اٹھا رکھا ہے اور دنیا داروں میں وہ نفسا نفسی ہے کہ انسانی معاشرہ جانوروں کا جنگل لگتا ہے۔
- ...صرف اسلام ہی ہے جو معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے بنیادی اُصول واوصاف بیان کرتا ہے۔

چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ

ایم محمد اکرم اعوان

اسلام اللہ کا دین ہے اور اسکی اساس اللہ کریم کی کتاب ہے جسکا مفہوم نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک یا سنت ہے اسکی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے نزول سے لیکر قیام قیامت تک یہی دین اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور رہے گا کوئی نیا نبی آئے گا نہ ہی کتاب۔

اس سے قبل بھی آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک مسلسل نبی مبعوث ہوتے رہے۔ آسمانی کتابیں بھی نازل ہوئیں مگر وہ سب کسی خاص قوم' علاقے اور ایک خاص عرصے تک کیلئے ہوتے تھے۔ دین کے دو حصے ہیں اول عقائد دوسرے احکام۔ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے تو وہ اول و آخر تمام انبیاء ورسل کی تعلیمات میں ایک ہی رہے لہذا اس اعتبار سے سارا اسلام ہی تھا اور ہمیشہ اسلام ہی رہا۔ یوں اسلام چودہ سو سال سے نہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ یہ مشیت باری ہے۔ رہے احکام تو وہ تبدیل ہوتے رہے مختلف امتوں میں مختلف احکام عبادت اور حلال وحرام کے بارے نازل ہوتے رہے مگر کچھ احکام بھی ایسے تھے اور ہیں جو ہمیشہ رہے جیسے سچ بولنا' انصاف کرنا' چوری' ڈاکہ یا ظلماً مال نہ لینا' نکاح کرنا اور بدکاری سے بچنا وغیرہ۔

ہاں کچھ عبادات باطریق عبادات اور کھانے پینے کی اشیاء میں حلال وحرام وغیرہ وقت کی ضرورت کے مطابق تبدیل ہوتے رہے تا آنکہ انسانیت اپنے بلوغ کو پہنچی اور شعور انسانی اپنے کمال کو پہنچا تو ایک ایسا رسول مبعوث ہوا جس پر نازل ہونے والی کتاب اور نازل ہونے والے تمام احکام بیک وقت ساری انسانیت کیلئے اور سارے زمانوں کیلئے مستقل طور پر نازل ہو گئے اور یوں سلسلہ نبوت اپنے کمال کو پہنچا کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی یہی مفہوم ختم نبوت کا بھی ہے۔

لہذا اسلام چودہ سو سال پرانا نہیں بلکہ آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے۔ اس وقت بھی ایسے اصول وضع کرنا جو بیک وقت ساری انسانیت کیلئے قابل قبول اور قابل عمل ہوں کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی کہ ہم دیکھتے ہیں ایک ملک کے فاضل اور چنے ہوئے لوگ قانون بناتے ہیں اور پھر ترامیم کی ضرورت پیش آتی ہے اور بسا اوقات وہ قوانین منسوخ ہو جاتے ہیں کہ نا قابل عمل ہوتے ہیں پھر عقیدہ عبادت' طریق عبادت' اوقات عبادت اخلاقیات معاملات تک ساری زندگی کا پروگرام دینا جو ساری انسانیت کیلئے قابل عمل ہو اور ہمیشہ کیلئے ہو اور اس میں کسی ترمیم کی نہ گنجائش ہو نہ ضرورت پیش آئے یہ کسی انسان کے بس کا کام

نہ تھا انسانوں میں رنگ نسل دن رات اور موسموں سے لیکر کھانے پینے کی عادات زبانیں اور بولیاں حتیٰ کہ انداز تکلم اور انداز فکر تک الگ الگ اور اپنے اپنے ہوں تو ایسی بات یا طرز حیات بنانا جو سب کیلئے نہ صرف قابل عمل ہو بلکہ زندگی آسان اور عاقبت آباد کردے یہ صرف اور صرف اللہ کا کام تھا اور ہے اور یہی پرانا اسلام یا وہ پرانا معاشرہ ہے جس کے بارے ہماری ایک نامور ادیبہ فرما رہی تھیں ''جو دین سے وابستہ افراد ہیں کیا وہ آج سے چودہ سو سال پہلے کے معاشرے کے بارے سوچ رہے ہیں'' حالانکہ وہ خود نہ صرف دین سے وابستہ ہیں مسلمان ہیں اور ایک اعلیٰ مسلمان خاندان کی نور نظر ہیں کل جب انکا جنازہ اٹھے گا تو وہی چودہ سو سال پرانی نماز پڑھی جائیگی سوچنے کی بات یہ ہے چودہ سو سال سے ہی شروع کریں تو اس زمانے کے انسان میں اور آج کے انسان میں کیا فرق ہے کیا تب بھوک نہیں لگتی تھی لوگ بیمار نہ ہوتے تھے علاج نہ ہوتا تھا کپڑے گھر خاندان کی ضرورت نہ تھی آبادیاں نہ تھیں رشتے اور ناطے' دوستیاں دشمنیاں نہ تھیں حکومتیں اور سیاست نہ تھی جنگیں نہ ہوتی تھیں اقوام وممالک نہ تھے سب کچھ وہی تھا جو آج ہے انسانی ضروریات ازل سے ایک تھیں اور جب تک دنیا قائم ہے ایک رہیں گی ہاں ضروریات کو پورا کرنے کے وسائل ہر دور کے ضرور مختلف ہیں تھے اور رہیں گے مگر اسلام نے وسائل پر کوئی قدغن نہیں لگائی۔ تب گھوڑے کی سواری تھی اب ہوائی جہاز ہے تو درست' تب تجارت کیلئے قافلے جاتے تھے اب فون اور کمپیوٹر پر بیٹھ کر ہو جاتی ہے درست' تب لوگ روکھی سوکھی کھاتے ہونگے آج پر تکلف کھانے ہیں درست۔ اسلام نے کہیں بھی زندگی کو روکا نہیں ہے ہاں تکمیل ضرورت کے ناجائز اور ناروا طریقوں پر پابندی ضرور لگائی ہے کہ ہر انسانی ضرورت پوری کی جائے مگر دوسروں کا حق چھین کر نہیں بلکہ جائز طریقے سے درست وسائل کے ذریعے۔ تو بھلا اس میں کونسی بات پرانی ہونے والی ہے ہاں اسلام نے ناجائز ذرائع سے دوسروں کا حق مارنے سے منع فرمایا ہے یہ پابندی ضرور ہے۔ پھر اول عقیدہ جو سب کیلئے ہے مرد' خواتین' بچے' بوڑھے' عالم' جاہل سب اس میں شریک ہیں جو خالق و مالک اور پروردگار سے تعلق اس پر ایمان و یقین سے عبارت ہے اس کے بعد احکام جو ہر فرد پر اسکی حیثیت کے اعتبار سے لاگو ہوتے ہیں مرد کی ذمہ داری اسکی ذات اور ساخت کے حوالے سے خاتون کی ذمہ داری اسکی ساخت اور مزاج کے حوالے سے حاکم کی ذمہ داری رعایا کی الگ اور سب کی ذمہ داری خوبصورت انداز سے انکی قوت کے مطابق کہ جس بندے میں جو کام کرنے کی قوت نہیں وہ اس کے لئے جوابدہ بھی نہیں۔ بھلا اس سے خوبصورت بات کیا ہو سکتی ہے اور یہ سنہری اصول کیا پرانے اور فرسودہ کہلائے جانے کے مستحق ہیں؟

اسلام نے تو خود عقیدے کے بارے بھی آزادی عطا کی ہے کہ کسی سے زبردستی نہیں منوایا جائیگا۔ اگر اپنی پسند سے نہیں مانتا تو بھی اسے انسانی حقوق حاصل ہونگے جان و مال کا تحفظ' روزگار' علاج معالجہ' بچوں کی تعلیم غرض ہر وہ سہولت میسر ہوگی جو کسی بھی

شہری کا حق ہے ہاں مشکل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ہر ایک کے حق کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور لوگ اپنا حق لینا چاہتے ہیں مگر دوسرے کا حق دینا نہیں چاہتے' اس بات سے اسلام پر ضرور خفا ہوتے ہیں۔ ہاں اسلام نے تو انسانوں کے درمیان جنگ ختم کر دی اور خوبصورت اصول دیئے جنگ ہوتی تھی مخالف کی تباہی قتل عام اس کے وسائل کی تباہی مگر اسلام نے اس سے روک دیا اور جہاد کا حکم دیا جہاد کیا ہے؟ ہر طرح کے ظلم کو روکنے کا کام جسمیں کسی کی تباہی کی اجازت نہیں۔ زبان سے روکا جائے' قلم سے ظلم کو روکا جائے یا پھر شمشیر کی ضرورت پیش آئے اور وہ باقاعدہ اور منظم طریقے سے کہ شمشیر کا استعمال ریاست اور ادارے کا ہے ہر فرد کا ذاتی فیصلہ نہیں اور صرف اس حد تک کہ ظلم روکا جائے نہ یہ کہ ہر ایک کو برباد کیا جائے یا وسائل تباہ کئے جائیں ذرا اسلام کے مقابل نئی روشنی کے پجاریوں کو دیکھئے جنہوں نے ایک عالم کو جنگ کی بھٹی میں تبدیل کر دیا ہے اس پر بھی نشتر اسلام پر چلائے جا رہے ہیں اور یہ روشن خیالی جس کے چرچے ہو رہے ہیں یہ تو قبل بعثت کے زمانے میں آج سے زیادہ تھی اور یہ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنا قابیل اور ہابیل کا قصہ ہے ہاں اسلام نے روشن خیالی کی جگہ روشنی عطا کی ہے کہ روشن خیالی تو ہر فرد کے اپنے خیال کے مطابق ہوتی ہے اور روشنی تمام مخلوق کو راستہ دکھاتی ہے۔

اسلام نے خوبصورتی سے انسان کی انگلی تھام کر اسے پر آشوب راستوں سے سلامتی کے ساتھ پار اتار کر آخرت اور ابدی زندگی کی آسودگی تک پہنچا دیا ہے ہر شعبہ زندگی میں کمال محبت سے راہنمائی فرمائی ہے صرف مالی نظام کو دیکھ لیں ایک پائی کمانے خرچ کرنے تک دستگیری کی اور زکوۃ فرض کر کے ایسا نظام دیا ہے کہ ارتکاز دولت نہ ہو بلکہ چالیس برسوں میں ساری جمع شدہ دولت واپس گردش میں شامل ہو جائے۔ اگر ان مضامین پر بات کی جائے تو لمبی ہو جائے گی عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ پوپ آج بھی کاغذ کی ٹوپی پہن کر بجلی کی روشنی میں موم بتی جلا کر وہی پرانی دھونی دیتا ہے مگر وہ روشن خیالی ہے کہ برائی سے سمجھوتہ کر چکا ہے ہندو کا کنبھ کا میلا ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل دکھا رہا تھا جہاں تیس لاکھ لوگ جن میں آدھے ننگ دھڑنگ بے لباس تھے مرد وخواتین بتوں کی پوجا اور دریا میں نہانے میں مصروف تھے اس لئے قدامت پسند نہیں کہ ظلم اور برائی سے سمجھوتہ کر چکے ہیں اور اسلام اپنی تمام تر خوبی اور خوبصورتی کے باوجود اس لئے گردن زدنی ہے کہ ناحق کو ناحق کہتا ہے اور سمجھوتہ نہیں کرتا اسلام اور اسلامی معاشرہ پرانا ہے نہ فرسودہ بلکہ بفضل اللہ تازہ دم ہے اور قیام قیامت تک رہے گا۔

وما توفیقی الا باللہ

..........☆☆☆☆☆..........

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن

راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق شدہ مسلسل

دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ

سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

- پری کیڈٹ (ساتویں)
- آٹھویں تا دسویں
- پری انجینئرنگ
- ایف ایس سی
- پری میڈیکل

پراسپیکٹس

کالج آفس سے دستیاب ہے بذریعہ ڈاک 200 روپے کا پوسٹل آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنام پرنسپل صقارہ سائنس کالج بھیج کر منگوایا جاسکتا ہے۔ میٹرک میں A گریڈ میں کامیابی کی توقع رکھنے والے طلباء اپنے ادارے کے سربراہ سے تصدیق کروا کے درخواست دے سکتے ہیں۔ فرسٹ ایئر کی کلاسز 15 مئی سے اور باقی کلاسز 7 اپریل سے شروع ہونگی

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال فون نمبر 0543-562222
562200

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 07-01-2007

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o

والصلٰوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم o

الیومَ اکملت لکُم دینکُم واتممتُ علیکُم نعمتی

ورضیتُ لکُم الاسلام دیناً o

اللھم سبحنک لا علملنا الا ما علمتنا اِنکَ انت

العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِّمُ دَائِماً ابداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنُ زانت بِہٖ العُصُروا

ارشاد باری تعالیٰ ہے الیوم اکملتُ لکُم دینکُم. آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔ تکمیل دین سے مراد یہ ہے کہ نزول قرآن سے لیکر قرآن کے مکمل ہونے سے لیکر قیامت تک ساری انسانیت کے وہ افعال پسندیدہ ہوں گے جو اللہ کریم کے حکم کے مطابق ہوں گے۔

ایک چیز ہے مذہب یہ الگ شے ہے اور دین الگ شے ہے۔ مذہب انسانی رویوں سے بنتا ہے اور انسانی عادت یہ ہے کہ جو چیز وہ کرنا چاہتا ہے اُسے وہ دین کا جامہ بھی ساتھ پہنانا چاہتا ہے اُسے بھلائی اور اچھائی اور نیکی بھی منوانا چاہتا ہے۔ تو اس طرح سے جو انسانی رویے لوگوں کو پسند ہوں اور ساتھ اُس کے وہ یہ بات بھی جمع کر لیں کہ یہ حق بھی ہیں اُسے مذہب کہتے ہیں۔ لیکن دین وہ ہوگا جو انسانی رویوں سے نہیں احکام الٰہی سے ترتیب پاتا ہے اور انسانی رویوں کو صحیح سمت عطا کرتا ہے۔ لہٰذا دین برحق ہمیشہ ایک ہی رہا اور ایک ہی رہے گا۔ اُس میں کسی قسم کے شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ دین خبر ہے بنیادی طور پر اللہ کی ذات کے بارے، اللہ کی صفات کے بارے، آخرت کے بارے، نبوت کے بارے، ملائکہ کے بارے، برزخ کے بارے، حساب وکتاب کے بارے، جنت وجہنم کے بارے، یہ ساری خبر ہے۔ تو اگر خبروں میں اختلاف ہو تو دو خبریں بیک وقت صحیح نہیں ہوتیں، صحیح ایک ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا دین ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا۔

عہد حاضرہ میں مغرب کو یہ شکایت ہے کہ مسلمانوں نے حقانیت پر یا سچائی پر اجارہ داری بنالی ہے۔ ایک مشہور جملہ جو وہ کہتے ہیں اس موضوع پہ بات ہو رہی تھی اگلے دن سٹیلائٹ پہ تو وہ کہہ رہے تھے

The Muslim has the Monopoly of the Truth.

کہ مسلمانوں نے حقانیت پر یا سچائی پر اجارہ داری بنالی ہے۔ مناپلی یا اجارہ داری کوئی اچھا لفظ نہیں ہے اجارہ داری سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی چیز جس میں دوسرے لوگوں کا حق بھی ہو لیکن کوئی ایک زبردست سب پہ قبضہ کر کے بیٹھ جائے اور دوسروں کو اُس کا حق نہ

دے۔ اُسے اجارہ داری کہتے ہیں۔ اسلام جو ہے یہ اجارہ داری نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی سچائی ہے۔

Is the Ultimater Truth اور سچائی ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے اُس کی قسمیں نہیں ہوتیں۔ اُس میں عدد نہیں ہوتے۔

اب دین برحق جب اللہ کریم نے عطا فرمایا تو کیا دین صرف عبادات کا نام ہے یا دین میں عبادات کا مقام کیا ہے اور تہذیب و معاشرت کا مقام کیا ہے۔ کیا دین الگ ہے صرف عبادات کا اور عقائد کا مجموعہ ہے اور تہذیب کوئی الگ چیز ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دین مکمل نہ ہوتا۔ چونکہ انسانی زندگی جو ہے درحقیقت وہ تہذیب سے ہی اور معاشرت سے ہی عبارت ہے۔ تکمیل دین کا مقصد یہ ہے کہ عقیدے سے لیکر کردار تک ہر شعبہ حیات کو مکمل کر دیا گیا۔ لہٰذا مسلمان کی تہذیب بھی اسلامی احکام کے مطابق ہوگی عبادات کا بہت بڑا مقام ہے عقائد کے بعد اور عبادات میں فرائض ہیں جن سے فرار ممکن ہی نہیں جو لازمی ہیں لیکن ساری عبادات کا حاصل کیا ہے۔ بتایا تو ہمیں یہ جاتا ہے کہ عبادات سے ثواب ہوگا۔ روزہ رکھیں گے ثواب ہوگا۔ نماز پڑھیں گے ثواب ہوگا۔ حج کریں گے ثواب ہوگا یہ نہیں بتایا جاتا کہ ثواب کیا ہے۔ ثواب کا معنی ہوتا ہے اُجر' بدلہ' معاوضہ اور قرآن کریم نے اس لفظ کو جو معاملہ کفار کے ساتھ ہوگا اور اُن کے کردار اور نظریات پر انہیں جو سزا ملے گی اُسے بھی ثواب کہا ہے کہ وہ اُن کے کردار کا بدلہ ہے۔

کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا جو اُن کا کردار تھا وہی ملے گا۔ تو فی نفسہٖ ثواب محض بدلے کا نام ہے۔ عبادات کا ثواب کیا ہے؟ ہر عبادت کا ثواب یہ ہے کہ بندے کا تعلق اللہ سے مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ تعلق اُسے اطاعت الٰہی میں مدد کرتا ہے اور نافرمانی سے روکنے کا سبب بنتا ہے۔ جیسے پنجگانہ صلٰوۃ کے بارے ارشاد فرمایا۔

اِن الصلٰوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ اب صلٰوۃ کو ہم اگر نماز پر منحصر کر دیں تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ صلٰوۃ ہر اُس اطاعت کو محیط ہے جو اللہ کی کی جاتی ہے۔ تمام عبادات صلٰوۃ میں آ سکتی ہیں اور سب عبادات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ناپسندیدہ رویوں سے' بے حیائی سے اور بُرائی سے' گناہ سے رُک جاتا ہے۔ ان الصلٰوۃ تنھیٰ۔ اللہ کی عبادت روک دیتی ہے۔ الگ کر دیتی ہے عن الفحشاء والمنکر۔ بے حیائی سے اور بُرائی سے تو عبادات کا ثواب آدمی خود دیکھ سکتا ہے۔ عبادت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنی عبادات کے ثواب پہ نظر رکھے اور دیکھے کہ عبادات کے نتیجے میں اُس کی عملی زندگی سُدھر رہی ہے یا نہیں۔ دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے یا عبادات کے نتیجے میں عملی زندگی سُدھر جاتی ہے اور اگر کوئی محض خانہ پُری کے لئے ہاتھ منہ دھوتا ہے' اُٹھتا بیٹھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میری عبادت ہوگی اور کوئی عملی زندگی پہ اثر نہیں ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عملی زندگی کے اثرات یا اُس کا ثواب غالب آ جاتا ہے اور عبادات چھوٹ جاتی ہیں۔ میرے خیال میں احباب کو تو تجربہ ہوگا کہ کتنے لوگ آپ کے ساتھ ہم سفر ہوئے۔ ہمارے ساتھ کتنے لوگ رہے۔ کتنے لوگوں نے برسوں کوشش کی ذکر اذکار کئے' راتوں کو بیدار رہے۔ یہ جاڑے کی راتیں جو آپ کاٹ رہے ہیں' وہ اکثر لوگوں نے کاٹی ہیں۔ لیکن جب عملی زندگی میں تبدیلی نہیں آئی تو یہ لذتیں چھوٹ گئیں۔ اذکار چھوٹ گئے' عبادات چھوٹ گئیں' راندہ درگاہ ہو گئے کہ دو میں سے ایک نتیجہ تو ہونا چاہیے تھا۔ یا تو عبادات غالب آتیں اور عملی زندگی سُدھر جاتی اور اگر عملی زندگی میں بہت سے عوارضات ہوتے ہیں اور سب سے خطرناک بات جو انسان کو مارتی ہے وہ یہ لوگوں کا جو رویہ ہوتا ہے کہ لوگ اُسے عزت دیتے ہیں احترام کرتے ہیں تو آدمی کے اندر اگر عجز و انکسار عبادات کی وجہ سے نہ ہو تو پھر وہ فرعون بن جاتا

ہے اور فرعونیت جب آتی ہے اُس کے الگ مدارج ہوتے ہیں۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا لیکن آ فرعونیت ہی جاتی ہے۔ تکبر آ جاتا ہے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ جب ایسی بات ہوتی ہے تو پھر عبادات' پہلے لذت عبادت جاتی ہے۔ پھر عبادات چلی جاتی ہیں۔ پھر دکھاوے کے لئے اگر کچھ کرتا بھی ہے تو دکھاوا رہ جاتا ہے۔ عبادت نہیں رہتی تو بنیادی طور پر تو اس بات پہ نگاہ رکھنی چاہیے بلکہ یہاں تک نگاہ ہونی چاہیے کہ کل میرے مزاج کا میری طبیعت کا کیا حال تھا پھر مجھے ایک رات کا اجتماع نصیب ہوا اور تین چار دفعہ ذکر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ نمازیں احباب کیساتھ نصیب ہوئیں تو اس سب سے مجھ میں کیا مثبت تبدیلی آئی کچھ غلطیاں کچھ کوتاہیاں جو تھیں اُن سے میری جان چھوٹی۔ کچھ بہتری کی طرف میں مزید رواں ہوا کچھ ذوق عبادت اور بڑھا کچھ قرب الٰہی کی تمنا اور بڑھی' کچھ درد دل پایا ہے میں نے' کسی حد تک یہ تجزیہ کرتے رہنا چاہیے۔

ہمارے ہاں رواج یہ ہو گیا ہے کہ ہم نے انگریز کی غلامی میں جو ڈیڑھ سو برس کاٹا تھا اُس نے ہماری رگوں میں خوئے غلامی پیوست کر دی اور دوسری ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہمیں آزادی انگریز کی کمزوری کی وجہ سے مل گئی۔ ہمیں آزادی کے لئے جدوجہد نہیں کرنا پڑی' قربانیاں نہیں دینا پڑیں' لڑنا نہیں پڑا۔ جو قتل و غارت ہوا وہ ان اقوام کا شیوہ ہوتا ہے جو دوسرے ملکوں پہ قبضے کر کے کالونیاں بنالیتی ہیں۔ ان کا یہ شیوہ ہے اور تاریخ اس پہ گواہ ہے کہ جب یہ وہاں سے نکلتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ایسا فساد چھوڑ جاتے ہیں جس پہ باقی ملک جو ہوتا ہے وہ آپس میں کٹتا مرتا رہتا ہے' یہ تاریخ ہے۔ ویتنام سے امریکہ نکلا تو امریکہ ہار کر تو نکل گیا لیکن ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر گیا۔ اسی طرح انگریز نے جہاں جہاں نوآبادیات چھوڑی ہیں وہاں ابھی تک خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ یہاں سے انگریز چھوڑ کر گیا تو کشمیر کا ایک تنازعہ ایسا کھڑا کر گیا۔ جس میں آج تک لاکھوں لوگ قربان ہو چکے ہیں اور مسلسل قربانیاں ہو رہی ہیں' شہادتیں ہو رہی ہیں۔ تقسیم ملک میں ایسا طریقہ اُس نے اختیار کیا کہ ہندو مسلم فسادات ہوئے اور لاکھوں لوگ تہہ تیغ ہو گئے اور قتل و غارت ہوئی اور لوگوں کی عزتیں لٹیں گھر لٹے شہروں کے شہر کھنڈر ہو گئے۔ یہ ان اقوام کا شیوہ ہوتا ہے۔ اگر ہم بزور بازو آزاد ہوتے بزور شمشیر آزاد ہوتے اور انگریز کو دھکیل کر سمندر میں پھینکتے اور اُس کی لاشیں گلیوں میں سڑ رہی ہوتیں اور سڑکوں پہ پڑی ہوتیں تو ہمیں آزادی کی قیمت معلوم ہوتی۔ وہ آزادی ہمیں بظاہر تو مل گئی لیکن ہمارے خون سے خوئے غلامی نہیں گئی۔ لہٰذا ہر شعبہ زندگی میں ہم مغرب کی عادات کو اپنانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ جبکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے ہر شعبہ زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔

ادب میں ایک بہت اعلیٰ صنف تھی غزل کی یا نظم کی یا شاعری کی اور شعر میں ایک توازن ہوتا تھا اُس کے الفاظ کی بندشیں ہوتی تھیں۔ اُنکا ایک سلیقہ ہوتا تھا ہوتے تو یہی الفاظ ہیں جو روزمرہ ہم بولتے ہیں لیکن شعر میں یہ کمال ہوتا تھا کہ ایک بہت لمبے مضمون کو شعر کے دو مصرعوں میں سمیٹ لیا جاتا تھا اور اُن میں چنے ہوئے خوبصورت الفاظ نگینے کی طرح جڑے ہوتے تھے۔ انگریز کے پاس یہ فن نہیں تھا۔ وہاں کیا تھا جو منہ میں آتا ہے بکتے جاؤ۔ ایک جملہ دو لفظوں پر ہے اور دوسرا بیس لفظوں کا ہے۔ تیسرا پانچ لفظوں کا ہے اور چوتھا آٹھ لفظوں کا ہے تو وہ کیا ہے وہ انگریزی میں نظم بن گئی۔ اب ہمارے ہاں وہ خوئے غلامی جو تھی وہ اُسے گھسیٹ لائی اور اُردو ادب میں بھی آزاد نظم آ گئی کہ جی وہ انگریزی کی طرز پہ۔ جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔ جو کسی کے جی میں آئے وہ کرتا چلا جائے۔

برصغیر میں گانے کے بھی اصول تھے۔ گانے کی بھی اقدار تھیں۔ اُس

میں سُر یں تانیں راگ معین تھے اور ہر کوئی اٹھ کر گا نا نہیں گا سکتا تھا۔ اُس خوئے غلامی نے مغرب میں تو چونکہ نہ سُر تھی نہ لے تھی نہ تال تھا نہ کوئی بندش تھی نہ کوئی پابندی تھی جیسی ہی نظم تھی ویسے ہی گانے تھے ساتھ میں انہوں نے اُچھل کود شامل کر لی۔ اب اس خوئے غلامی نے اسے بھی ایسا کھینچا کہ اپنی اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر اب آپ دیکھ لیں کہ چند لڑکے لڑکیاں سٹیج پہ اُچھل کود رہے ہوتے ہیں اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہنا کیا چاہتے ہیں کوئی لفظ پلے نہیں پڑتا۔ کوئی اُس میں ردھم کوئی اُس میں لطف دینے والی چیز نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اُچھل کود ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں ایسے پتہ چلتا ہے جیسے بندر کو کھجلی لگ گئی ہے اور وہ اچھل کود رہا ہے اور خارش کر رہا ہے۔

نشہ کے حوالے سے اگر سائنٹیفک تجزیات کے مطابق سائنسی طور پرا ور طبی طور پر اگر تجزیہ کیا جائے تو افیون اور چرس دوسرے او تیسرے درجے پر آتی ہیں' چرس تیسرے درجے پر آتی ہے افیون دوسرے درجے پر آتی ہے اور انسانی معاشرے اور صحت دونوں میں خرابی پیدا کرنے میں شراب پہلے درجے پر آتی ہے۔ شراب جو ہے یہ چرس سے اور افیون سے زیادہ مضر ہے انسانی صحت کے لئے بھی اور انسانی رویوں کے لئے بھی لیکن شراب چونکہ مغرب میں بنتی ہے اور اُس کا زرمبادلہ مغرب کو جاتا ہے اس لئے شراب ساری دنیا میں جو ہے وہ عام ہے اور کوئی اُس پہ احتجاج نہیں کرتا۔ خود مغرب کو بھی اس بات پہ فخر ہے کہ اس ملک کی شراب اچھی ہے۔ روس کی اچھی ہے اور امریکہ کی اچھی ہے یا برطانیہ کی اچھی ہے۔ کسی کا نام کالا کتا ہے کسی کا نام کالا گھوڑا ہے تو اس طرح سے وہ شراب پوری دنیا میں بیچی جا رہی ہے۔ اب اس سے کم نقصان دہ جو چرس افیون ہے وہ چونکہ مشرق سے مغرب کو جا رہا ہے اور اُس کا زرمبادلہ مغرب کو دینا پڑتا ہے مشرق کو آ رہا ہے اس لئے وہ گردن زدنی ہو گیا۔ یہ میں رویوں کی بات کر رہا ہوں شرعی طور پر تو ہر وہ چیز جو انسان کے دماغ کو ناکارہ کر دے اُس کے حواس کو مختل کر دے وہ حرام ہے۔

کل مسکر حرام. ہر وہ چیز وہ چرس ہو یا افیون ہو بھنگ ہو یا شراب ہو جو حواس کو مختل کر دے وہ نیکی بدی کی تمیز نہ چھوڑے انسانی حواس میں وہ حرام ہے۔ اسلام نے تو سیدھا سا اصول دیا ہے لیکن میں رویوں کی بات کر رہا ہوں کہ نشے میں بھی بعض چیزیں کم نقصان دہ ہیں بعض زیادہ نقصان دہ ہیں اور سب سے زیادہ نقصان دہ جو ہے وہ شراب ہے۔ شراب پر تو کوئی پابندی نہیں' مغرب دھڑا دھڑ پی بھی رہا ہے' بنا بھی رہا ہے اور بیچ بھی رہا ہے اور یہاں روز شور شرابا ہوتا ہے کہ جی وہ روکا جائے۔ روکا جائے' روکا جائے' جس چیز کو انہیں ''پے'' کرنا پڑتا ہے۔ جس کے پیسے مغرب سے مشرق کو آتے ہیں اُسے روکا جائے۔ ورنہ خود انگریزوں نے چین کیساتھ جنگ کی تھی کہ یہ چین سے افیون بیچنا چاہتے تھے اور حکومت چین نے منع کیا تھا تو اس پر ایک جنگ ہوئی تھی جس کا نام تاریخ میں ''اوپیم وار'' ہے۔ افیون کی جنگ۔ یعنی ہسٹاریکلی اُس جنگ کا نام ہی The Opium War ہے کہ افیون کی جنگ۔ انگریزوں نے لڑائی لڑی تھی چین کے ساتھ کہ ہم یہاں افیون بیچیں گے۔ یعنی اگر انگریز بیچ رہے ہوں پیسہ اُدھر جا رہا ہو تو وہ درست ہے اُس کے لئے جنگ بھی جائز ہے۔

یہ وہ کمزوریاں ہیں جو ہمارے اندر ہیں ہمارے معاشرے میں ہیں اور جنہیں ہم مسلسل پال رہے ہیں۔ ساٹھ سال کی آزادی کے بعد بھی ہمیں جہاں انگریز چھوڑ کر گیا تھا اُس سے ہم آگے نہیں بڑھے بلکہ اور کچھ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ اُس وقت پھر ایک حد فاصل تھی برصغیر کے افراد اور انگریز کے درمیان ایک حد تک لباس میں' عبادات میں اخلاقیات میں' میل جول میں انسانی رویوں میں کچھ

فرق تھا۔اب ہم اس سطح پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم جتنے انگریزی نظر آئیں اتنے ہم اپنے آپ کو معتبر سمجھتے ہیں۔اب تو میرے خیال میں آدھے سے زیادہ علماء بھی انگریزی لباس میں ملبوس ہو گئے ہیں۔یعنی بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب مسجد کے ملاں کو بھی انگریزی تہذیب آہستہ آہستہ نگلنے لگ گئی ہے اور بیشتر آپ کو پڑھے لکھے علماء بھی اُس لباس میں اور اُس حلیے میں نظر آئیں گے۔یہ تہذیبی مقام پر اور محاذ پر شکست ہوتی ہے کہ کوئی بندہ دوسروں کی عادات یا دوسروں کے رسومات یا اُن جیسی چیزیں اپنانا شروع کر دے تو یہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس کے اپنے پاس کچھ نہیں ہے۔اُس کا اپنا کوئی رویہ اُس کی اپنی کوئی معاشرت' اُس کی اپنی کوئی تہذیب نہیں ہے۔تو یہ ساری چیزیں آجکل بڑی موضوع بحث بنی ہوئی ہیں اور ان پہ ہمارے ٹیلی ویژن پہ بڑے مناظرے ہو رہے ہیں اُس میں ایک بہت بڑی بات یہ تھی کہ تہذیب کو اور دین کو الگ سمجھا جائے اگر تہذیب کو دین سے الگ کر دیں تو باقی دین میں کچھ رہ ہی نہیں جاتا۔

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تہذیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خوبصورتی سے ترتیب دینا کسی چیز کو۔ کسی بھی شے کو احسن طریقے سے ترتیب دینا۔محض اینٹیں جوڑ دو کہ کوئی اینٹ باہر نکلی ہوئی ہے کوئی اندر گھسی ہوئی ہے تو دیوار تو بن جائے گی۔لیکن اگر اُن اینٹوں کو آپ ایک دھاگا باندھ کر ایک توازن سے جوڑتے ہیں اور خوبصورتی سے جوڑتے ہیں۔دیوار بھی بن جاتی ہے اور اُس میں مضبوطی بھی آجاتی ہے اور حُسن بھی آجاتا ہے تو یہ تہذیب ہوگی تو انسانی رویوں کو اگر خوبصورت طریقہ دیا جائے' احسن طریقے سے انہیں ادا کرنے کا سلیقہ دیا جائے تو وہ تہذیب کہلائے گی تو اسلام نے عبادات پر یہ حکم دیا ہے کہ عبادت اللہ اور بندے کے درمیان کا معاملہ ہے اللہ جب چاہے اپنے سارے حقوق معاف کر دے وہ قادر ہے۔گنجائش ہے' ایک آدمی نے زندگی بھر عبادت نہیں کی اور عبادت نہ کرنے کے جرم کو اللہ معاف کر دے کوئی بات نہیں۔لیکن جب بات تہذیب کی' رویوں کی' انسانوں کے انسانوں کے ساتھ معاملات کی آئے گی تو فرمایا کہ اللہ کریم فرمائیں گے کہ جسے تیری وجہ سے تکلیف پہنچی' جس کے ساتھ تیرا رویہ نامناسب ہونے کی وجہ سے اُس کا نقصان ہوا یہ اُس کا حق ہے کہ وہ تجھے معاف کرتا ہے یا نہیں تو لہٰذا عبادات سے تہذیب اسلام میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ ہم معاملات کس طرح سے کرتے ہیں۔لین دین کسطرح سے کرتے ہیں' ملتے ملاتے کس طرح سے ہیں' کتنی اُس میں ہماری طرف سے دوسروں کو خوشی نصیب ہوتی ہے' اُن کے حقوق احسن طریقے سے انہیں نصیب ہوتے ہیں پھر دوسرا اسلام نے تہذیب میں ایک اور سنگ میل فرمایا کہ تمہارا حق کس پہ بنتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ وہ کمزور ہے یا حق ادا نہیں کر سکتا یا تم اُس پہ احسان کرنا چاہتے ہو' اللہ کو راضی کرنے کے لئے تو تم اپنا حق معاف کر سکتے ہو لیکن اگر کسی کا حق تم پر بنتا ہے تو تم اپنی انتہائی کوشش یہی رکھو گے کہ اُس کا حق ادا کروں۔

تو مذہب میں تو ہو سکتا ہے کہ مذہب الگ کر لیں اور تہذیب الگ کر لیں چونکہ مذہب تو انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں لیکن دین اللہ کی طرف سے ہے اور اسلام کو اللہ نے مکمل کر دیا اور مکمل کا مطلب ہی یہ ہے کہ تمام انسانی رویوں کی راہیں متعین کر دی گئیں' راستے مقرر کر دیئے گئے اب اس پہ ایک بڑی بات جو اہل مغرب کہتے ہیں اور ہمارے ادیبوں' دانشوروں نے جسے زبان زد عام کر دیا ہے کہ جی چودہ سو سال پُرانی بات ہے۔اب چودہ سو سال پہلے کا معاشرہ وہ آج کیسے برپا کیا جا سکتا ہے' جہاں تک میں سمجھتا ہوں اسلام چودہ سو سال پرانا نہیں ہے بلکہ زمین پر قدم رکھنے والا پہلا انسان حضرت

آدم علیہ السلام اسلام لائے تھے اور وہ مسلمان تھے۔ تب سے لیکر عیسٰی علیہ السلام تک پے بہ پے انبیا علیہم السلام آئے اور سارے اسلام لائے۔ وہ سارا اسلام تھا وہی عقیدہ ذات باری تعالےٰ آخرت قیامت فرشتوں جنت دوزخ کے بارے جو آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا وہ سوا لاکھ یا کم وبیش جتنے انبیاء ورُسل آئے سب نے وہی عقیدہ اور حضور نبی کریم ﷺ نے بھی وہی عقیدہ ارشاد فرمایا یہ اسلام کا تسلسل ہے اور اگر اسلام پرانا ہے تو پھر یہ چودہ سو سال پرانا نہیں ہے یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانیت پُرانی ہے ہاں مختلف ادیان میں احکام تبدیل ہوتے رہے۔ انسانی شعور جوں جوں بلوغت کو پہنچا انسانی آبادیاں جوں جوں پھیلتی رہیں' اقوام اور اوطان وجود میں آتے رہے تو وہاں کی آب وہوا' موسموں انسانوں کے مزاج کے اعتبار سے احکام میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن عقائد میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

تا آنکہ وہ وقت آ گیا کہ جب انسانیت اپنے کمال کو اپنے بلوغ کو پہنچی تو اللہ نے اپنا آخری رسول مبعوث فرمایا ﷺ۔ جس نے نبوت کو مکمل کر دیا اور ایسا دین دیا کہ جس کے بعد کسی نئے دین کی ضرورت باقی نہ رہی۔ وہ کتاب دی جس کے بعد کسی نئی کتاب کی ضرورت باقی نہ رہی اور اس کو ختم نبوت کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی۔ نبوت مکمل ہوگئی۔ ختم سے مراد یہ ہے کہ نبوت کی جو عمارت تھی وہ اپنی تکمیل کو پہنچی اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے ایک حدیث پاک کا مفہوم بھی یہ ہے کہ نبوت کو اگر آپ ایک عمارت خوبصورت عمارت کی طرز پر دیکھیں تو اُس میں ایک اینٹ کی کمی نظر آتی تھی اور میں وہ اینٹ ہوں میری ذات وہ اینٹ ہے جس نے اُس عمارت کو مکمل کر دیا۔ تو ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ اس لئے علمائے حق کا ارشاد ہے کہ کوئی اگر حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو دوسرا اُس سے دلیل مانگتا ہے کہ تمہاری نبوت کی دلیل کیا ہے تو وہ دلیل مانگنے والا بھی کافر ہے۔ نبوت کے دعوے والا تو کافر ہے ہی۔ جو اُس سے دلیل طلب کرتا ہے وہ بھی کافر ہے کہ اُس میں بھی تذبذب ہے کہ شاید کچھ دلائل اگر اس کے پاس ہوں تو یہ نبی ہوسکتا ہے۔ ختم نبوت ایمان کا ایسا حصہ ہے کہ جس میں ذرہ سا شک آئے تو سارا ایمان مشکوک ہو جاتا ہے تو ختم نبوت اس بات کی دلیل ہے کہ تہذیب ہو یا معاشرت' معیشت ہو یا صلح اور جنگ' لین دین ہو یا سیاست' یہ ساری چیزیں مکمل ہو چکیں۔ ان کے اصول وقواعد وضوابط بن چکے ہیں۔ اب اُن شرعی حدود کے اندر اُن میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو وہ درست ہے اور تبدیلی آتی ہے ہمیشہ ذرائع میں وسائل میں۔

کیا چودہ سو سال پہلے انسان کو بھوک لگتی تھی۔ اب نہیں لگتی چودہ سو سال پہلے اُسے لباس چاہیے تھا آج نہیں چاہیے چودہ سو سال پہلے وہ سفر کرتا تھا آج نہیں کرتا۔ چودہ سو سال پہلے اُسے گھر چاہیے تھا آج نہیں چاہیے۔ چودہ سو سال پہلے اُسے نیند کی ضرورت تھی کیا آج نہیں ہے چودہ سو سال پہلے بیمار ہوتا تھا علاج کرتا تھا۔ آج وہ بیمار نہیں ہوتا اور علاج نہیں کرتا۔ کونسی چیز بدل گئی ہے؟

چودہ سو سال پہلے مٹی کے گھر کچے گھر بنا لیتے تھے آج آپ بنگلہ اور کوٹھی بنا لیتے ہیں۔ اسلام نے منع نہیں کیا' وسائل سے نہیں روکا' اگر قدغن لگائی ہے تو اس بات پر کہ چودہ سو سال پہلے بھی دوسرے کا پتھر چوری یا زبردستی لے کر اپنا گھر نہ بناؤ اور آج بھی اُسی پہ قدغن ہے کہ دوسرے کے وسائل اور ذرائع چوری یا ناجائز طریقے سے حاصل نہ کرو۔ جائز وسائل سے اور حلال طریقے سے وسائل جمع کرو اور اچھا کھاؤ اچھا پہنو اچھا گھر بناؤ اور اچھی گاڑی رکھو۔ اس میں کوئی بات برائی نہیں ہے اسلئے کہ یہ وہ دین ہے جو ساری انسانیت کے لئے اور

سارے زمانوں کے لئے ہے۔ آج بھی روئے زمین پر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ الحمدللہ۔ اگر چہ لوگوں کے رنگ مختلف ہیں، نسلیں مختلف ہیں، زبانیں مختلف ہیں، عادات مختلف ہیں، دن رات مختلف ہیں، موسم مختلف ہیں، فضائیں مختلف ہیں، بیماریاں مختلف ہیں، تکلیفیں مختلف ہیں دکھ الگ الگ ہیں، خوشیاں الگ الگ ہیں، رویے الگ الگ ہیں، لیکن ہر جگہ ہر ملک میں آج بھی سب سے بہتر طرز زندگی وہ ہے جو اسلام نے دیا ہے سب سے آسان بھی اور سب سے خوبصورت بھی اور یہ ہمیشہ رہے گا نہ یہ پرانا ہے نہ ہوگا چودہ صدیوں کی تو بات ہی نہیں یہ تو ساری انسانی تاریخ کی بات ہے اور یہ کمال ہے اسلام کا اور یہ معجزہ ہے نبی کریم ﷺ کا کلام الٰہی بہت بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا کلام بندوں تک پہنچایا اور اُس کلام میں یہ معجزہ موجود ہے کہ چودہ صدیاں بڑا لمبا زمانہ ہوتا ہے اور زمانے کی گردش بے شمار نقوش کو مٹا دیتی ہے۔ مائیں نوجوان بیٹوں کی موت کو بھول جاتی ہیں لوگ اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کو فراموش کر دیتے ہیں دل کے گھاؤ بھر جاتے ہیں زمانہ بہت کچھ تبدیل کر دیتا ہے اگر تبدیلی نہیں کر سکا تو اللہ کی اس کتاب کے کسی ایک زیر زبر کسی ایک نقطے کو اور نہ قیامت تک کر سکے گا۔ لہٰذا اسلام کے سارے اصول نا قابل تبدیل ہیں ہاں اسلام میں وسعت نظر ہے اور اُس نے حدود متعین کر دی ہیں اور انہیں سمجھنے کے لئے آسان سا قاعدہ ہے کہ جہاں دوسرے کے حقوق میں مداخلت نہ ہو۔ وہاں تک آپ کا حق ہے لیکن جہاں آپ بازو بڑھائیں اور دوسرے کی ناک پہ گھونسا پڑے اُس کی اجازت نہیں ہے۔ جہاں تک آپ کی اپنی فضا ہے وہاں تک آپ کا بازو جا سکتا ہے جہاں آپ کا بازو دوسرے کی ناک توڑنے والا ہو اُس کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرے کے حق میں مداخلت نہ ہو۔ بڑا سادہ سا اُصول ہے اسلام کا کہ ناجائز ذرائع استعمال نہ کریں اور جائز ذرائع سے زندگی کی ساری سہولتیں حاصل کریں۔ بلکہ جائز وسائل کو اختیار کرنا اور ان کے لئے محنت کرنا اسلام نے فرض قرار دیا ہے اور اُسی طرح عبادات ہے جس طرح نماز روزہ عبادت ہے اور اُسی طرح اُس کا اجر ہے جس طرح نماز روزے کا اجر ہے تو جس طرح زمانے کے تقاضے بدلے اسباب بدلے اُسی طرح ایک طریقہ اور بھی بدل گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے دست حق پرست پر لوگوں نے بیعت کی جس کے مختلف مفاہیم تھے اور سب کا مرکز حضور ﷺ کی ذات اقدس تھی بیعت ارشاد بھی حضور ﷺ سے تھی۔ بیعت تصوف بھی حضور ﷺ سے تھی۔ بیعت امارت بھی حضور ﷺ سے تھی موت پر بیعت بھی حضور ﷺ سے تھی اور صلح اور جنگ پر بیعت بھی حضور ﷺ سے تھی۔ آپ ﷺ سب کا مرکز تھے بعد میں خصوصیات تقسیم ہوئیں۔ بیعت اصلاح علماء کے حصے میں آئی اور شرعاً کوئی بھی وہ شخص جو روزمرہ کے امور سے واقف ہو اور حلال حرام جائز ناجائز بتا سکتا ہو اُس سے بیعت اصلاح لینا جائز ہے کہ اُس سے پوچھ کر آدمی کام کرے اور اپنے روزمرہ کے امور کی اصلاح کرتا رہے۔ بیعت تصوف اُن لوگوں کے حصے میں آئی جنہوں نے روحانی برکات، فیوضات نبوی ﷺ حاصل کئے اور تقسیم کرنے کی اہلیت پائی۔ بیعت امارت اُن لوگوں کے حصے میں آئی جو ملکی اُمور کی جسے سیاسیات کہتے ہیں ملکی امور کی ساخت برداشت اور اُن کے کرنے نہ کرنے کے امور سے مہارت رکھتے ہیں یا واقفیت رکھتے ہیں اُن کے حصے میں آئی۔ تب بیعت کا طریقہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر کرنے کا تھا۔ اب وہ طریقہ بدل گیا اور اب بیعت کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ووٹ دیتے ہیں۔ آپ جب ووٹ دیتے ہیں تو یہ بیعت امارت ہے۔ آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کس کی امارت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ وہ شخص دین کے لئے ملک کے لئے قوم کے لئے کیسا ہے۔ ہمارا ووٹ اس بات کی

شہادت ہے گواہی ہے۔ووٹ دینے والے سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ ووٹ کا معنی یہ نہیں کہ یہ میرا رشتہ دار ہے میں نے اسے ووٹ دے دیا۔ وہ میرے باپ کے خلاف تھا' میرے باپ کی اور اُس کی ناراضگی تھی میں نے اُسے ووٹ نہیں دیا یا یہ ہمارے قبیلے سے ہے اور وہ دوسرے قبیلے سے ہے یا یہ ہماری سیاسی پارٹی سے ہے وہ دوسری پارٹی سے ہے یہ نہیں اس کا معیار یہ نہیں ہے۔ اس کا معیار یہ ہے کہ یہ شخص اہل ہے امانت دار ہے۔' دو وصف اُسمیں ضرور ہونے چاہیں۔ امین ہے بد دیانتی نہیں کرے گا اور کام کی اہلیت رکھتا ہے۔ اب اُسے ڈرائیونگ نہیں آتی آپ اُسے سٹیرنگ پہ بٹھا دیں تو امانت کس کام آئے گی۔ تو پوری قوم اور پورے ملک کی گاڑی کو چلانے کے لئے ایک شخص کو آپ منتخب کرتے ہیں اور اُس پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور اُسے چلانا آتا نہیں تو اِس کا مطلب ہے پوری قوم کو وہ زخمی کرے گا' گرا دے گا ذلیل ورسوا کر دے گا۔ تو یہ جو ہم ووٹ دیتے ہیں یہ بھی گردش زمانہ کے ساتھ اس کے طریقے بدل گئے' حقیقت نہیں بدلی۔ اصل بات وہی ہے اُس وقت بھی معاشرے کو نظم کی ضرورت ہوتی تھی اور اُسوقت بھی امراء اور خلفاء منتخب کئے گئے اور ووٹ دیے گئے بیعت کی گئی۔ خلیفتہ الرسول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی بھی اور سیدنا فاروق اعظم' حضرت عثمان' حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اور تب سے ہمیشہ یہ طریقہ رہا۔ اب وہ بیعت کرنے کا ذریعہ یا وسیلہ یا جو انداز تھا وہ بدل گیا ہر بندہ وہاں جا کر نہیں کرسکتا تو جہاں بیٹھا ہے وہاں سے وہ اپنی رائے لکھ کر دے دے یا ووٹ ڈال دے۔ یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ پھر سے الیکشن کا چرچا ہے۔ اب یہ اللہ جانے ہوگا کیا۔ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ کل کیا ہوگا۔ یہ تو وہ جانتا ہے کہ الیکشن ہوگا یا نہیں ہوگا۔ تبدیلی الیکشن سے آئے گی یا تبدیلی جیسے پہلے زبردستی آجاتی ہے اس طرح ملیریے کی طرح زبردستی بخار کی طرح چڑھ جائے گی۔ یہ کوئی کسی کو پتہ نہیں ہے۔ جس کا زیادہ اندیشہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ بھی اُس وائرس کی طرح چھا جائے گی تبدیلی بھی یہاں چونکہ رواج پڑ گیا ہے کہ تبدیلی صحیح طریقے سے نہ آئے اور ایک اپنے انداز سے آجائے۔ ہوسکتا ہے اس طرح کچھ ہو جائے لیکن اگر الیکشن ہوں تو جس طرح عبادات ضروری ہیں اُسی طرح اُس انتخاب کی تیاری بھی ضروری ہے اور صرف اپنے آپ کو تیار نہ کریں ایک حلقہ احباب ہر شخص بنائے' اپنا ایک حلقہ اثر بنائیں۔ لوگوں کو اس بات پہ آمادہ کریں کہ ہمیشہ ہم دھڑ بندیوں پر ہمیشہ ہم اپنی ذاتی دوستیوں دشمنیوں پر ووٹ دیتے رہتے ہیں ایک دفعہ دیانت داری سے بھی دے کر دیکھیں۔ ہمیں شکایت ہوتی ہے حکومتوں سے حکمرانوں سے اور ہمیشہ ہم یہ شکوہ کرتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ووٹ کس نے دیا ہے۔ گھر میں اگر کوئی ایسا جانور پکڑ لاتا ہے جو سارے گھر والوں کو پریشان کرتا ہے تو آپ جانور کو گالیاں نہیں دیتے' جانور کو بھلا بُرا نہیں کہتے' اُس لانے والے کو کہتے ہیں کوئی سانپ پکڑ کے گھر میں لے آتا ہے تو آپ لانے والے کو کہتے ہیں کہ تم نے یہ بلا اپنے گھر میں کیوں رکھ لی یہ بچوں کو ڈس لے گا۔ اس سے ہر کوئی ڈر رہا ہے۔ اسی طرح حکومت کو حکمرانوں کو آپ طعنے نہ دیا کریں انہیں لانے والے ہم ہیں۔ اگر حکومت اچھی نہیں ہوتی تو اُس کے لعن طعن کے ذمہ دار بھی ہم ہیں۔ اپنے آپ کو لعن طعن کرنی چاہیے کہ میں نے یہ کیا ظلم کیا' ہم نے یہ کیا زیادتی کی ہم یہ کس کو پکڑ کر لے آئے۔

ایک اور بیماری ہے ہمارے دین دار طبقے میں کہ ہم اسے دین کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم کہتے ہیں جی الیکشن میں ہم تو گئے ہی نہیں۔ ہم نے ووٹ دیا ہی نہیں۔ آپ کا ووٹ نہ دینا بھی ناپسندیدہ لوگوں کے لئے راستہ کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ یعنی مطلب ہے آپ سانپ

کو پکڑ کر نہیں لائے لیکن سانپ کو گھر میں گھسنے سے آپ نے روکا بھی نہیں۔ اگر غلط آدمی کو ووٹ دیئے تو آپ سانپ کو پکڑ کر لے آئے۔ لیکن آپ الیکشن میں ووٹ دینے گئے ہی نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سانپ کو گھر میں گھسنے سے آپ نے روکا بھی نہیں۔ تو چلو پکڑ کر لانے والے سے کم خطار کار سہی لیکن نہ روکنے والا بھی ذمہ دار تو ویسا ہی ہے اگر اُس کے ڈسنے سے گھر کے لوگ مریں گے تو وہ روک سکتا تھا اُس کے پاس لاٹھی تھی وہ دروازے پہ کھڑا تھا اُس نے نہیں روکا تو ذمہ دار تو وہ بھی ہے! یہ ووٹ نہ دینے والے حضرات بھی حکمرانوں کے مظالم میں برابر کے شریک ہیں۔ جس طرح ووٹ دینے والے شریک ہیں اس طرح نہ دینے والے بھی شریک ہیں۔ اللہ کرے ملک میں امن وامان رہے اور پرامن اور منصفانہ الیکشن ہوں تو دل یہ چاہتا ہے کہ آپ کی بھی ایک حیثیت ہو اور نقشبندیہ اویسیہ کی اور الاخوان کی ایک طاقت ہو جو کسی مثبت پلڑے میں جائے اور ایک مثبت کردار ادا کرے۔ قومی حقوق کے تحفظ کے لئے۔ ہوسکتا ہے سارے لوگ آپ کے ساتھ ذکر پر متفق نہ ہوں۔ ہوسکتا ہے سارے لوگ آپ کے کہنے پر داڑھی نہ رکھیں۔ ہوسکتا ہے سارے لوگ آپ کے کہنے پر نمازی نہ بن جائیں۔ لیکن پانچ سال میں ایک دفعہ ووٹ دینا ہوتا ہے کم ازکم اُس پہ تو کچھ لوگوں کو آپ کے ساتھ متفق ہونا چاہیے۔ ایک ایسا معاملہ ہے جو کل سب کو پیش آئے گا اور جو ہم سب کو بھگتنا ہوگا۔ وہ تاریخ عالم میں پاکستان کا نام جہاں آئے گا اور جو ہم سب کو بھگتنا ہوگا۔ وہ تاریخ عالم میں پاکستان کا نام جہاں آئے گا وہاں بین السطور ہم سب کے نام بھی ہوں گے کہ کن لوگوں نے یہ حکومت بنائی کن لوگوں نے یہ ووٹ دیے۔ کیسی قوم تھی وہ کیسا معاشرہ تھا۔ وہ کس سوچ کے لوگ تھے انہوں نے کس سوچ پر اور کس انداز فکر پر یہ ووٹ دیے اور کیسے لوگوں کو لیکر اوپر آ گئے اور ملک کا کیا حشر ہورہا ہے تو پھر ایک ایک قتل ناروا میں ایک ایک ظلم میں پوری قوم شریک ہوگی پوری قوم عنداللہ جواب دہ ہوگی۔ اس میں ہم بھی ہوں گے آپ بھی ہوں گے تو جس طرح حکومت ووٹ مانگ رہی ہے، سیاسی جماعتیں کوشش کررہی ہیں ہر کوئی اپنے اپنے طور پر لگا ہوا ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ بھی اپنے اردگرد، اپنے ماحول میں ایک مثبت فضا پیدا کریں اور لوگوں کو یہ بات پہنچائیں کہ یہ ووٹ محض طرفداری یا دھڑا داری نہیں ہے یہ ذریعہ ہے انقلاب کا۔ آپ اس سے مثبت انقلاب بھی لا سکتے ہیں اور منفی قوتوں کو بھی اوپر لا سکتے ہیں۔

بعثت رحمت عالم ﷺ کا جلسہ انشاء اللہ ایک بار پھر ہمیں نصیب ہورہا ہے تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا ہے اگر زندگی نے وفا کی اور اللہ کریم نے اتنی مہلت دی تو یہ سعادت اس سال پھر نصیب ہوگی اُس کے لئے بھی اپنی تیاری رکھیں ابھی سے کام شروع کردیں ہم لوگ ہمیشہ ایک ہفتے میں ساری بھاگ دوڑ مکمل کر لیتے ہیں اور ایک ہفتے کی محنت جو ثمر لاتی ہے۔ دو تین مہینوں کی محنت اُس سے زیادہ بارآور ہونی چاہیے۔ تو ان دونوں امور کی طرف میں آپ کو آج متوجہ کرتا ہوں۔ آج سے اس کام پہ لگ جائیں اللہ کریم آپ کی محنت قبول فرمائے ہم سب کے گناہ معاف فرمائے، اس ملک کو قائم رکھے اور اس میں اسلام کی حاکمیت اعلیٰ قائم فرمائے اس میں نیکی کو غلبہ دے ہمارے گناہ معاف کرے اور اللہ اسے دشمنوں کی نگاہ بد سے محفوظ رکھے اور اسے وہی عظمت عطا کرے کہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب اور بنیاد بن جائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب لعلمین

☆☆☆☆

%%%%%%%%%%%%%%%

اکرم التفاسیر سے اقتباس

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 08-09-2006

الحمدللہ رب العلمین ٥

والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین ٥

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ٥

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم ٥

آلمّ اللّٰہُ لا اِلٰہ الا ھوا الحیُّ القیومُ ٥

.........واللہ عزیزٌ ذوانتقامٍ ٥ آل عمران ۱تا۴

اللھم سبحٰنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنکَ انت

العلیمُ الحکیم

مولایَ صلِ وسلّمْ دائماً ابداً

علٰی حبیبکَ مَنْ زانت بہِ العُصُروا

سورۃ ال عمران شروع ہوتی ہے۔ ترتیب میں قرآن حکیم میں یہ دوسری سورۃ ہے اور نزول کے اعتبار سے یہ مدنی سورتوں میں شمار ہوتی ہے۔

الٓمّ ٥ حروف مقطعات ہیں اوران کے بارے ارشاد ہے کہ ان کے مفاہیم اللہ جانتا ہے یا اللہ کا رسول ﷺ جانتے ہیں۔ یہ حصر اضافی ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں ایک ارشاد ہے۔

ثُم اِن علینا بیانہ' ٥ آپ ﷺ پر قرآن نازل کرنا' آپ ﷺ کو یاد کرانا اوراس کے مفاہیم بیان کرنا یہ اللہ کے ذمے ہے۔ لہٰذا کوئی ایسا مفہوم نہیں ہے جو نگاہ اطہر نبوی ﷺ سے پوشیدہ ہو۔ ہمارے لئے ان پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں ایک ایک لفظ جو ہے وہ برحق ہے اور اللہ کا کلام ہے اگر اس کا ہمارے کردار کے ساتھ رشتہ ہوتا۔ ہمیں اس پر عمل کرنا ہوتا تو یقیناً اللہ کریم ہر بندے کو اُس کا مفہوم سمجھا دیتے۔ جس طرح سارا قرآن حکیم سمجھنا آسان ہے۔

والرا سخونَ فی العلم. جنہیں اللہ کریم نے علم میں راسخ قرار دیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں علم لدنی نصیب ہوتا ہے اور علم لدنی کمال اتباع نبوی علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام کے طفیل' برکات نبوی ﷺ جن قلوب کو قلب اطہر ﷺ سے نصیب ہوتی ہیں انہیں نصیب ہے اور اُن میں بھی بڑے کم خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں علم لدنی سے حصہ ملتا ہے اُن پر بھی مفسرین کرام یہ لکھتے ہیں کہ جنہیں اہل اللہ میں سے جن لوگوں کو ان کی سمجھ آتی ہے حروف مقطعات کی انہیں بھی بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ جان سکتے ہیں بیان نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے عوام کے لئے بیان نہیں فرمایا۔

تو دین نام ہے اتباع رسالت ﷺ کا۔ جہاں سے کوئی حضور ﷺ کے اتباع سے نکلے گا وہ دین سے نکل گیا۔

اللہ لاالٰہ الا ھو. اللہ کو سزاوار ہے اور اُس کے علاوہ کسی کو یہ سزاوار نہیں کہ اُس کی عبادت کی جائے۔

الحی القیوم. اس لئے کہ اللہ ایسا ہے الحیَّ ہے۔ وہ اپنی ذات میں ہمیشہ سے ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اُسے زندگی کے لئے کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ القیومُ وہ

قائم ہے خود اپنی ذات میں ہمیشہ سے ہمیشہ کے لئے۔ اُسے کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں ہے قائم رہنے کے لئے اس لئے وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے اللہ کریم کے علاوہ جتنی بھی مخلوق ہے۔ فرشتے ہوں انبیاء کرام ہوں' یا اولیاء اللہ ہوں یا دنیا کی دوسری چیزیں ہوں جنہیں جہلاء پوجتے ہیں ہر شے اپنی زندگی میں بھی اللہ کی محتاج ہے حیات کے لئے بھی' اپنی بقا کے لئے بھی اللہ کی محتاج ہے جسے زندگی دیتا ہے اُسے حیات ملتی ہے جس سے لے لیتا ہے اُس سے چلی جاتی ہے جس چیز کو قائم رکھتا ہے وہ قائم رہتی ہے۔ جسے مٹا دیتا ہے وہ مٹ جاتی ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اپنا وجود خود قائم رکھ سکے اللہ کی مدد کے بغیر یا اللہ کی دی ہوئی زندگی کے علاوہ زندہ رہ سکے لہٰذا عبادت کا حق اُس اکیلے کو ہے جو اپنی ذات میں زندہ ہے' اپنی ذات سے قائم ہے زندگی میں قائم رہنے میں کسی کا محتاج نہیں ہے باقی ساری کائنات اُس کی محتاج ہے لہٰذا عبادت اُس اکیلے کی ہوگی۔

نزل علیک الکتٰب بالحق ० اُس نے آپ ﷺ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔ آج شب برات ہے۔ پندرہویں رات ہے شعبان المعظم کی اور بعض اوقات بعض لمحات بعض راتوں کے لئے حدیث شریف میں فضائل آئے ہیں اُن کی برکات زیادہ ہیں اُن میں عبادت کا اہتمام لوگ کرتے ہیں لیکن ایک بات یاد رہے! بنیاد فرائض ہیں اگر کوئی فرائض کی پرواہ نہیں کرتا اور صرف شب براتیں منا لیتا ہے تو یہ دین نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں رواج ہے اور شب برات بھی ہم پٹاخے چلا کر خرافات سے مناتے ہیں۔ یعنی اگر یہ رات عبادت کی ہے' فیصلوں کی رات ہے۔ بعض احادیث میں ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے تفسیر میں بھی نقل فرمایا ہے کہ دنیا میں کام کرنے والے فرشتوں کو ایک سال کے لئے اس رات میں فیصلے عطا کر دیے جاتے ہیں لیکن کیا اللہ کریم اپنے فیصلوں میں کسی کا محتاج ہے کوئی ایسا فیصلہ ہے جو اللہ پہ حاوی ہے اور اللہ کریم مجبور ہے۔ ایسی تو کوئی بات نہیں وہ جب چاہے جو چاہے وہ فیصلہ کرے۔ ہر لمحہ اُس کی عبادت کا ہے اور ہم نے عبادت کا مفہوم سمجھنے میں بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ عبادت کا مطلب اطاعت الٰہی ہے یہ ضروری نہیں کہ نماز اور نفلیں عبادت ہیں بازار جانا بھی عبادت ہے' روزگار کمانا بھی عبادت ہے' مزدوری کرنا بھی عبادت ہے' بال بچے پالنا بھی عبادت ہے' والدین کی خدمت بھی عبادت ہے' اولاد کی تربیت بھی عبادت ہے' زندگی کا ہر کام یا اللہ کی عبادت ہے اور یا جرم ہے دو حالتوں میں سے زندگی کا کوئی کام خالی نہیں ہے اگر اللہ کے حکم کے مطابق ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں ہے' آپ ﷺ کی غلامی میں ہے تو ہر کام عبادت ہے' مزدوری عبادت ہے' سفر عبادت ہے' قیام عبادت ہے' سونا عبادت ہے' جاگنا عبادت ہے' بات کرنا عبادت ہے' شرط صرف یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی حدود کے اندر ہو۔ عبادت کا مطلب اطاعت ہے جو عبادات فرض کی گئیں جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ یہ اللہ کا خصوصی انعام ہے۔ یہ حضور حق میں حاضری ہے اللہ کی بارگاہ میں روبرو کھڑے ہونا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بار بار بارگاہ عالی میں حاضر ہونے سے بندے کا اللہ سے تعلق بڑھتا ہے۔ آشنائی بڑھتی ہے دل اُس طرف مائل ہوتا ہے۔ لہٰذا عبادات کا حاصل یا جسے آپ ثواب کہتے ہیں......

ہمیں اس کو سمجھنے میں بھی غلطی لگتی ہے اور کہہ دیا جاتا ہے یہ اُدھاری مزدوری ہے جی اس کا ثواب مرنے کے بعد ملے گا۔ یہ غلط کہا جاتا ہے ہر شے کا ثواب نقد ملتا ہے اور عبادات کا ثواب کیا ہے؟۔

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر ० اگر آپ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اُس کا ثواب یہ ہے کہ آپ کا کردار سُدھر جاتا

ہے صحیح ہو جاتا ہے بار بار حاضری سے سر بسجود ہونے سے سجدے کی قربت سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے دل پر ایک کیفیت نصیب ہوتی ہے۔' ایک حضوری نصیب ہوتی ہے' معیت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ ایک احساس نصیب ہوتا ہے کہ میرا پروردگار ہر جگہ مجھے دیکھ رہا ہے' میرے ساتھ ہے میرے کردار سے واقف ہے۔ لہذا بندہ اللہ کی اطاعت مسلسل کرتا چلا جاتا ہے اُس کی نافرمانی سے بچنے کا سبب بن جاتا ہے یہ جو کیف ہوتا ہے اللہ کی حضوری کا یہ گناہ سے بچنے کا سبب بن جاتا ہے اور اگر اللہ کی عبادت بھی کیے جا رہا ہے نمازیں بھی پڑھے جا رہا ہے جھوٹ بولے جا رہا ہے' نمازیں بھی پڑھے جا رہا ہے سود کھائے جا رہا ہے' نمازیں بھی پڑھے جا رہا ہے بُرائی کیے جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ عبادت نہیں کر رہا کہیں نہ کہیں کوئی کمی ہے یا اُس کا عقیدہ درست نہیں ہے یا عمل سنت کے مطابق نہیں ہے حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں نہیں ہے' کہیں کوئی کمی ہے کہ اُس پر نتیجہ مرتب نہیں ہو رہا۔ تو یہی حال ان مبارک ساعتوں کا بھی ہوتا ہے لیلتہ القدر ہے یا شب برات ہے تو حاصل یہ ہے کہ اگر ان مبارک ساعتوں میں عبادت نصیب ہوتی ہے یا شب بیداری نصیب ہوتی ہے تو اُس کا حاصل کیا ہے۔ کیوں شب بیداری کرے کیوں رات کو نفلیں پڑھے اور پھر ایسے بندے نے نفلیں کیا پڑھنی ہیں جو فرائض کا تارک ہے۔ نوافل تو زائد ہوتے ہیں نا۔ تو کسی کے پاس اصلی سرمایہ ہی نہ رہے تو زائد کیا رہے گا! تو حاصل ان کا یہ ہے کہ اگر کوئی شب برات کو شب بیداری کرتا ہے یا نوافل ادا کرتا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ وہ فرائض کا تارک نہیں رہے گا۔ اُسے اللہ توفیق دے دے گا کہ وہ فرائض قائم کرلے گا۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ کا اطاعت گزار بندہ بن جائے گا لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم احکام الٰہی اور شریعت کو چھوڑ کر رسومات کے پیروکار ہو گئے ہیں ہم رواجات کو ترجیح دیتے ہیں اور ہماری ہر ادا میں ایک عجیب طلب پنہاں ہوتی ہے کہ ایسا کرنے سے میرے بارے لوگ کیا کہیں گے۔ لوگ مجھے پارسا مانتے ہیں کہ نہیں۔ لوگ مجھے بڑا نیک مانتے ہیں کہ نہیں بھئی! لوگوں نے مانا تو کیا ہوگا اور لوگوں نے نہ مانا تو کیا ہوگا۔ اللہ کے ایسے نبی دنیا سے گزرے۔ جنہیں بحیثیت نبی کسی نے تسلیم نہیں کیا بلکہ ظلماً شہید کر دیا گیا کیا اُن کی شان میں کمی آ جائے گی کہ دنیا میں تمہیں کسی نے نہیں مانا۔ لوگوں نے تمہیں اچھا نہیں کہا اس لئے تم اچھے نہیں ہو۔ ہرگز نہیں' لوگوں کو نقصان ہوا جنہوں نے نہیں مانا اُن کا نقصان ہوا اُن کا ایمان ضائع ہوا' انبیاء کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

تو حق وہ ہے جو عنداللہ ہے بارگاہ رسالت ﷺ میں قبول ہو۔ عنداللہ قبول ہو تو وہ قبولیت ہے تو فرمایا اللہ ایک ایسا ہے جو زندہ ہے جو قائم ہے اور وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے باقی ساری کائنات اُس کی دی ہوئی حیات سے زندہ رہتی ہے اُس کے قائم رکھنے سے قائم رہتی ہے اور وہی مالک و مختار جو ہے اُس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ بالحق حق کے ساتھ' واقعیت کے ساتھ۔ جس کا ایک ایک حرف حق ہے اور جو واقعیت اپنے اندر رکھتی ہے۔ یعنی ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی واقعہ ہوگا جیسا قرآن نے بتا دیا۔

کہتے ہیں دنیا نے بہت ترقی کرلی۔ ہم اگر دیکھیں تو یہ جو بے شمار ترقی یا زیادہ ترقی آپ جسے کہتے ہیں یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئی ہے۔ ہم نے بچپن میں بھی موٹریں تو دیکھی ہیں لیکن جو موٹریں آج ہیں ان کا تصور تک نہیں تھا۔ جہاز تھے لیکن آج کے جہاز کا تصور نہیں تھا۔ جب ہمارا لڑکپن تھا تو موٹرین اس پتھر کے کوئلے پہ چلا کرتی تھیں اور اتنے بڑے بڑے ڈرم لگے ہوئے ہوتے تھے گاڑیوں میں جن میں کوئلہ جلایا جاتا تھا اور اُس سے جو گیس بنتی تھی اُس پر گاڑیاں

چلتی تھیں مجھے یاد ہے میں جالندھر چھاؤنی میں پھر رہا تھا اور باہر سے کوئی بس آ رہی تھی جالندھر شہر کے لئے تو اُس کا وہ جو کوئلے والا ڈرم تھا وہ اُس کے پیچھے لگا ہوا تھا وہ کہیں باڈی میں سائیڈ پر یا پیچھے یا کسی جگہ ایک ڈرم لگا دیتے تھے جس میں کوئلہ جلتا رہتا تھا اور اُس سے جو گیس پیدا ہوتی تھی اُس پر گاڑیاں ٹرک اور بسیں چلتی تھیں۔ تو پیچھے سے کوئی چنگاری اُڑی اور چھت پر گری تو چھت پر آگ لگ گئی۔ تو چھت پر جو رکھا ہوا سامان تھا وہ جل رہا تھا اور بس میں کسی کو پتہ نہیں تھا۔ تو وہ چھاؤنی کے علاقے میں داخل ہوئی تو شور مچ گیا کہ اوپر آگ لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے گاڑی روکی اور وہ چیزیں نیچے پھینکیں لوگوں کی گھٹڑیاں وغیرہ۔ دیکھتے دیکھتے آج کمپیوٹرائز گاڑیاں آ گئیں۔ یہاں میرے پاس اگلے روز ایک مہمان آیا ہوا تھا اُس کے پاس ایک کار تھی' اگر کہیں وہ سڑک سے اُترتی ہے تو کمپیوٹر روک دیتا ہے۔ آگے کوئی چیز آتی ہے تو کمپیوٹر آٹومیٹک اُسے بریک لگا دیتا ہے۔ پیچھے کوئی چیز آتی ہے تو گاڑی میں سکرین پہ آ جاتا ہے کہ پیچھے یہ چیز آ رہی ہے۔ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ اتنی خبر بندے کو نہیں جتنی اس مشین کو خبر ہے۔ تو کہاں سے یہ چلا اور دیکھتے دیکھتے کہاں پہنچ گیا۔ چودہ صدیوں میں کتنی تبدیلیاں آئیں۔ قرآن حکیم اپنے نزول سے لیکر قیام قیامت تک کے لئے قابل عمل ہے۔ اب جتنے طرز حیات اُس زمانے کے تھے وہ ترک ہو گئے۔ جتنا اسلحہ اُس زمانے کا تھا ناقابل استعمال ہو گیا۔ جتنے لباسات اُس زمانے میں ہوتے تھے وہ آج نہیں ہوتے جو جوتے اُس زمانے میں پہنے جاتے تھے' آج کوئی نہیں پہنتا۔ آج وہ سواریاں نہیں رہیں جو اُس زمانے میں تھیں۔ لیکن کیا بدلا وسائل بدلے ہیں Means بدلے ہیں انسانی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انسان اُس وقت بھی اسی طرح مرد و زن سے پیدا ہوتا تھا۔ آج بھی اُس طرح ماں اور باپ سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کو اُس وقت بھی بھوک لگتی تھی۔ آج بھی بھوک لگتی ہے۔ انسان کو تب بھی نیند آتی تھی آج بھی نیند آتی ہے۔ انسان تب بھی بیمار ہوتا تھا صحت مند ہوتا تھا آج بھی بیمار ہوتا ہے صحت مند ہوتا ہے۔ انسان تب بھی سفر کرتا تھا آج بھی سفر کرتا ہے۔ ''میںز'' بدل گئے ہیں' وسائل بدل گئے ہیں۔ گھوڑے پہ اونٹ پہ سفر کرتا تھا آج جہاز پہ کر لیتا ہے لیکن سفر کا مقصد نہیں بدلا۔ ملازمت کے لئے جائے گا حصول روزگار کے لئے جائے گا تجارت کے لئے جائے گا سیر کے لئے جائے گا' وہ اُس وقت بھی وہی تھے۔ انسان' انسانی مزاج اور انسانی ضرورتوں میں قیامت تک کوئی فرق نہیں آنے والا۔ اسی طرح بندوں کو بھوک بھی لگے گی انہیں غذا کی ضرورت ہوگی انہیں دوا کی ضرورت ہوگی' انہیں روزگار کی ضرورت رہے گی۔ انسان کی ضرورتیں بھی وہی ہوں گی' انسان بھی وہی ہوگا۔ تکمیل ضرورت کے ذرائع اور وسائل میں تبدیلی آئی ہے اور قرآن نے زندگی کے اصول بیان فرمائے زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ قرآن حکیم نے جو اصول ارشاد فرمائے ہیں چونکہ ہمارا رشتہ کمزور ہو گیا ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اس لئے ہمیں سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اگلے دن میرے پاس ایک مہمان آئے اُن کے ساتھ دو بچے تھے جوان بچے تھے نوعمر اور انہوں نے کندھوں تک بال رکھے ہوئے تھے سر کے بالوں کو کندھوں تک بڑھانا سنت نبوی ﷺ ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عادت مبارک تھی کہ سر مبارک کے بال بڑھتے رہتے۔ جب کندھوں تک پہنچ جاتے تو حضور ﷺ کان مبارک کی لوؤں تک کٹوا دیتے اور پھر تب تک بال مبارک بڑھتے رہتے جب تک وہ شانوں تک پہنچ جاتے۔ اب مجھے بہت اچھے لگے' بال بڑے پیارے لگے سنت کے مطابق تھے لیکن بچوں نے کیوں رکھے ہوئے تھے' کیا سنت سمجھ کر؟ نہیں' بچوں نے اس لئے رکھے

ہوئے تھے کہ اہل مغرب اس طرح رکھتے ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے اگر سنت سمجھ کر رکھتے تو دہشت گرد کہلاتے' قدامت پسند کہلاتے اور تہذیب سے گئے ہوئے لوگ کہلاتے' غیر مہذب کہلاتے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے داڑھی مبارک صرف نبی کریم ﷺ کی ہی نہیں' آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ ہر نبی نے داڑھی رکھی کسی نبی نے شیو نہیں کرائی۔ اب چونکہ بش کی داڑھی نہیں ہے اس لئے داڑھی رکھنا تہذیب کے خلاف ہے۔ تو آج اگر بش داڑھی رکھ لے تو آپ کا یہ سارا جدید طبقہ سارا داڑھی سے مزین ہو لیکن سنت سمجھ کر رکھی جائے تو غیر مہذب ہو جاتا ہے اور سنت سمجھ کر بال بڑھا لو یا بال رکھ لو تو غیر مہذب ہو جائے گا لیکن تہذیب مغرب نے چونکہ بال بڑھائے ہوئے ہیں اس لئے وہ بڑھانا تہذیب ہو گئی۔ اب جب ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں تو شب برات منانے سے ہمارا کیا بگڑے گا۔ چار نفلیں پڑھنے سے کیا ہوگا۔ یہ نوافل جو ہوتے ہیں یہ سجاوٹ ہوتے ہیں جیسے یہ منبر پڑا ہے اس پہ آپ دو پھول لگا دیتے ہیں دو بلب لگا دیتے ہیں کوئی اور خوبصورت چیز لگا دیتے ہیں تو یہ سج جائے گا لیکن اصل کا وجود ہے تو وہ سجے گا اور اگر اصل کا وجود ہی نہ ہو تو سجاوٹ آپ لگائیں گے کہاں! شب برات ہو یا لیلتہ القدر ہو یہ ساری نفلی عبادتیں سجاوٹ ہیں اُس زندگی کی جو سنت کے مطابق ہو اُس شخص کے لئے جو فرائض کا پابند ہو' اُس شخص کے لئے جو حلال وحرام میں تمیز کرتا ہو' اُس شخص کے لئے جو اللہ پر اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اب اگر درمیان میں سے یہ اصل چیز ہی نکال دیں تو سجاوٹ کس کام آئے گی! ہم مکان کو سجاتے ہیں اُس میں خوبصورت لائٹیں لگاتے ہیں۔ اچھے پنکھے لگاتے ہیں اچھا رنگ روغن کرتے ہیں مکان سج جاتا ہے لیکن اگر مکان ہی نہ ہو تو سجاوٹ کس کام کی۔ رنگ کے ڈبے خرید کر رکھ لو بتیاں خرید کر رکھ لو پنکھے خرید کر رکھ لو' قالین خرید کر رکھ لو' صوفے خرید کر رکھ لو' مکان تو ہے نہیں تو یہ سارے اخراجات کس کام کے ہیں!

تو میرے بھائی! یہ شب برات بھی اور اس کی شب بیداری اور اس کے نوافل بھی تب ہیں کہ جب ہم اصل کو قائم کریں اب رواج یہ آگیا ہے کہ اصل کو تو بھول جاؤ جانے دو' سال بھر سجدہ نہ کرو ایک شب برات کو جاگ لو۔ یاد رکھیں! ان مبارک راتوں کی عبادت کا بھی ثواب اگر آپ کو چاہیے تو ثواب یہ ہے کہ رات کو جاگیں تو صبح کو عملی زندگی میں توفیق عمل ارزاں ہو جائے۔ پھر رات کا جاگنا آپ سمجھیں قبول ہو گیا اور اگر صرف رات کو جاگیں اور ٹوٹل پورا کر لیا کہ اب اتنی حوریں مجھے مل گئیں اتنے محل مجھے جنت میں مل گئے اتنے مکانات مجھے مل گئے۔ میرے بھائی!

''سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے''

یہ کاروبار نہیں ہے کہ ایک رات آپ نے پیسے لگایا اور اُس پر منافع آ گیا بس کافی ہے سال بھر کھا لیں گے یہ وہ بات نہیں ہے۔ عبادت کا نتیجہ توفیق عمل ہے اور اگر توفیق عمل ارزاں نہیں ہوتی تو عبادت قبول نہیں ہے۔ تو فرمایا اللہ نے یہ کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ اس کے سارے اُصول قواعد اور ضوابط نزول سے لیکر قیام قیامت تک قابل عمل اور قابل اتباع ہیں کوئی اُس میں حیلہ حوالہ نہیں چلے گا کوئی اُس میں ہیرا پھیری نہیں چلے گی۔

ہماری ایک معزز خاتون رکن اسمبلی کہہ رہی تھی۔ حال ہمارا یہ ہے کہ قانون کا عملاً نفاذ ملک میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ جو بھی قانون ہے وہ غلط ہے یا صحیح ہے یہ بحث الگ ہے۔ لیکن ہمارے پاس ایک نظام حکومت ہے وہ کاغذوں میں ہے' کتابوں میں ہے' فائلوں میں ہے زمین پر اُس کا وجود نہیں ملتا۔ کوئی رشوت دے کر اپنا کام کروا لیتا ہے کوئی سفارش کر کے کرا لیتا ہے۔ قانون کا مطلب تو یہ ہے کہ ہر

شہری کو اُس کا حق بغیر رشوت بغیر سفارش بغیر تکلف کے ملے قانون کا نفاذ تو اسے کہتے ہیں۔ عملی زندگی میں کہیں بھی قانون کا نفاذ نہیں ہے حقوق نسواں کی بحث چھڑی ہوئی ہے اور اسمبلی اُس پہ اجتہاد فرما رہی ہے اور خاتون رکن اسمبلی فرما رہی ہیں جنہیں شاید کلمہ طیبہ بھی صحیح آتا ہے کہ نہیں کہ ہم نے اُس پر اجتہاد کیا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ اللہ کا دین ہم نے مذاق بنا لیا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کسی نے بند نہیں کیا' لیکن اجتہاد مجتہد کرتا ہے اور مجتہد وہ ہوتا ہے جس کو عربی علم پر بھی عبور ہو عربی گرائمر صرف نحو پر بھی عبور ہو حدیث مبارکہ پر عبور ہو' قرآن حکیم اور اُس کی تفسیر اور اُس کے نزول اور اُس کے احکام پر عبور ہو اور اس سارے عبور کے ساتھ اُس میں یہ استعداد ہو کہ مسائل کا استنباط کر سکے' استخراج کر سکے' یعنی کوئی مثال ڈھونڈ کر اُس کو منطبق کر کے حکم حاصل کر سکے۔ اگر یہ سارے علوم بھی آتے ہوں اور قوت استنباط نہ ہو تو اجتہاد نہیں کر سکتا۔

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے زمانے کے مانے ہوئے چوٹی کے عالم تھے عربی زبان میں بھی عبور تھا' قرآن حکیم کے اسرار و رموز بھی اللہ نے عطا فرمائے تھے' حدیث پاک کے اسرار و رموز بھی اللہ نے بخشے تھے' صرف و نحو اور زبان دانی اور علم زبان اور علم کلام پہ بھی عبور تھا۔ خود لکھتے ہیں ''جذب القلوب'' میں کہ مدینہ منورہ میں میں حاضر ہوا تو میں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے مجھے بڑے علوم عطا فرمائے ہیں اور سمجھتا ہوں کہ میں اجتہاد کر سکتا ہوں تو میں اپنے لئے اجتہاد کی اجازت چاہتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں مجھے جواب میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ غور کر کے دیکھ لو آئمہ اربعہ نے کہیں کوئی کسر چھوڑی نہیں ہے کوئی تمہیں ایسا مسئلہ نظر آتا ہو جس میں انہوں نے رہنمائی نہیں کی تو پھر تم کر لینا۔ ورنہ چاروں میں سے جو پسند آئے اُس راستے کو اپنا لو۔ یہ اُن کی بات ہے جو انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی۔ اب اگر ایسے لوگوں کو ضرورت اجتہاد نہیں ہے تو آج کی اسمبلی کے اراکین اور اُس میں پھر وہ ہماری بہو بیٹیاں جو بیٹھی ہیں اُن کے علوم پتہ نہیں کتنے وسیع ہیں کہ وہ مجتہد ہو گئیں ہیں۔ آج تک کوئی خاتون اس اعزاز سے پہلے تو چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی خاتون کا اجتہاد کہیں نظر نہیں آتا۔ آج کی خواتین بھی اتنی آگے بڑھ گئی ہیں تو یہ کیا ہے دین پہ دیدہ دلیری ہے۔ اللہ کی عظمت سے نا آشنائی ہے مقام نبوت سے نا آشنائی ہے۔ منصب نبوت کی عظمت سے نا آشنائی ہے۔

قرآن حکیم کے احکام مذاق نہیں ہیں اللہ کا براہ راست حکم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد بھی اللہ کا حکم ہے قرآن اور حدیث میں انکار کرنے والا ایک جیسا کافر ہے قرآن کا منکر جیسا کافر ہے۔ حدیث کا انکار کرنے والا بھی ویسا ہی کافر ہے۔ اس لئے کہ حدیث اور قران میں صرف یہ فرق ہے کہ قرآن کلام بھی اللہ کا ہے مفاہیم بھی اللہ کے ہیں حدیث میں مفاہیم اللہ کی طرف سے ہیں معانی اللہ کی طرف سے ہیں ارشاد محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔

ما ینطقُ عن الھوی ○ ان ھو الا وحی' یوحیٰ ○ میرا نبی ﷺ اپنی پسند سے کلام نہیں فرماتا جب تک میری طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی۔ جب تک میں اجازت نہیں دیتا۔ اِس کا مطلب ہے کہ جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ بھی وحی الٰہی ہے۔ اُس میں کلمات نبی کریم ﷺ کے ہیں الفاظ حضور اکرم ﷺ کے ہیں لیکن معانی اللہ ہی کے ہیں اس لئے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہتے ہیں ہے وہ بھی وحی۔

آج کوئی ہم جیسا نادان اُٹھ کر معانی تراشنے لگے تو وہ درست نہیں ہوگا۔' درست وہی ہوگا جب ایک آیۂ کریم نازل ہوتی ہے اور بڑے بڑے اہل زبان خدمت عالی میں شرف باریابی رکھتے ہیں

حضورﷺ فرماتے ہیں اس کا مفہوم جانتے ہو' معانی جانتے ہو؟ کوئی عربی دان اور بڑے سے بڑا ادیب اور فاضل یہ نہیں کہتا کہ مجھے یہ سمجھ آئی سارے سر جھک جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اللہ ورسولہ اعلم۔ اس کے معانی اللہ جانتا ہے اللہ کا رسولﷺ جانتا ہے جو آپﷺ فرمائیں گے وہ اس کے معنی ہیں۔

حضورﷺ جو معنی ارشاد فرماتے ہیں تسلیم ہوتا ہے اور اُس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین عمل کرتے ہیں اور حضورﷺ اُس عمل کی تصدیق فرماتے ہیں کہ یہی مفہوم ہے اس کا۔ تو دین وہ بنتا ہے اسلئے قرآن کریم نے کتنے آرام سے یہ کہہ دیا کہ مہاجر وانصار جو ہیں انہوں نے قرآن کو سمجھا وہ قرآن کے مثالی مسلمان ہیں۔ قیامت تک آنے والے تین گروہ قرآن نے ارشاد فرمائے' مہاجر وانصار تیسرا گروہ والذین اتبعُو هُم باحسانٍ. جس نے خلوص دل سے اُن کا اتباع کرلیا۔ یعنی قرآن وحدیث کو انہوں نے سمجھا۔ مزاج شناس رسولﷺ وہ تھے۔ اب اُسکے بعد قیامت تک آنے والا ہر مسلمان وہ مسلمان ہے وہ قابل قبول ہے جو ان کا اتباع خلوص دل سے کرے دل کی گہرائیوں سے کرے۔ لہٰذا دین بازیچہ اطفال نہیں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں بحث کا رواج ہے۔ کل ایک ساتھی بیٹھے تھے میرے پاس راجن پور سے تشریف لائے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ جو مسئلہ ہے کہ نبی کریمﷺ حاضر ناظر ہیں اس کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں نے کہا ''میرے بھائی! مجھے تو وہ لوگ نہیں ملتے جو اللہ کو حاضر وناظر سمجھیں۔ اُس نے کہا ''سارے کہتے ہیں'' میں نے کہا'' کہتے تو سارے ہیں کوئی ایک بندہ نکال کے لاؤ جس کا کردار یہ ثابت کرے کہ یہ اللہ کو حاضر ناظر سمجھتا ہے۔ اللہ کے سامنے کوئی جھوٹ بول سکتا ہے اللہ روبرو موجود ہو تو کوئی سود کھاتا ہے۔ اللہ روبرو موجود ہو تو کوئی برائی کرتا ہے چوری کرتا ہے قتل کرتا ہے' ڈاکہ ڈالتا ہے' گلیوں میں لوگوں کو مارتا پھرتا ہے'' کہنے لگا ''نہیں'' میں نے کہا'' پھر مجھے تو یہ سمجھ آتی ہے کہ لوگ اللہ کو حاضر وناظر نہیں سمجھ رہے''۔ کہنے لگا ''جی! اگر بات واقعات پہ لائی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے''۔ میں نے کہا'' پھر پہلے اللہ کو منواؤ پھر یہ اگلی بحث کریں گے۔ اپنی زندگی میں بھی چاہتے ہو تو پہلے اللہ کو حاضر وناظر جانو کہ جہاں میں ہوں وہاں اللہ موجود ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب سمجھو گے کہ اس پر میں نے عمل کرلیا تو تمہیں اگلا مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور اگر آئی تو میرے پاس آجانا''۔

تو پوری قوت سے ارشاد فرمایا جارہا ہے اس پر زور دیا جارہا ہے۔ نزل علیک الکتٰبَ بالحق . اللہ کی کتاب مذاق نہیں ہے' حق ہے۔ اس کے خلاف جہاں بھی ہوگا جو بھی ہوگا وہ باطل ہوگا۔ دو حق نہیں ہو سکتے دو باتیں سچ نہیں ہوسکتیں ایک دوسرے سے متضاد دو باتیں سچ نہیں ہوں گی۔ اُس کے مقابلے میں جو ہوگا وہ باطل ہوگا اُسکے خلاف جو ہوگا وہ باطل ہوگا اور قران وہ حق ہے۔

مصدِ قالما بین یدیه. جتنی کتابیں اللہ نے پہلے نازل فرمائیں اُن سب کی بھی تصدیق فرماتا ہے کہ اللہ کا ہر کلام حق ہے۔ وہ انزل التورة والا نجیل. اُس رب نے تورات اور انجیل نازل کی تھی۔ من قبل هُدًی للناس. اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ اب پہلی کتابوں میں بھی آپ دیکھ لیں ہر کتاب نے الوہیت باری کی تصدیق کی ہر کتاب میں دو طرح کی باتیں ہیں۔ ایک کا تعلق خبر سے ہے ایک کا تعلق حکم سے ہے۔ خبر ہے اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اللہ کا نبی برحق ہے۔ آخرت ہے حساب کتاب ہے' جنت دوزخ ہے فرشتے ہیں یہ ساری خبریں ہیں۔ خبر میں کہیں تضاد نہیں ہے آدم علیہ السلام سے لیکر نبی کریمﷺ تک ہر نبی نے جو خبر دی وہ ایک ہے۔

احکام اوقات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ پہلی اُمتوں کے احکام مختلف تھے۔اُس کے بعد میں آنے والوں کے مختلف تھے۔اُس سے بعد میں آنے والوں کے مختلف تھے۔وقت' بندے کی استعداد اُس کا علم اُس کی ضروریات اور زمانے کے حالات کے مطابق اُسے احکامات دیے گئے اور جب انسانیت جو کہ ترقی کر رہی تھی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی' جب انسانیت جوان ہو گئی تو محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ احکام آئے جو پھر کبھی تبدیل نہیں ہوں گے۔ چونکہ اب انسان اس سے آگے نہیں بڑھے گا' اپنی تکمیل کر چکا۔ روئے زمین پر انسانوں کیلئے ایک سے احکام نازل ہو گئے۔ لیکن قرآن پہلی کتابوں کی تکذیب نہیں کرتا۔قرآن کی صداقت کی دلیل یہ بھی ہے کہ انہی صداقتوں کو دہراتا ہے جو آدم علیہ السلام سے لیکر محمد رسول اللہ ﷺ تک کم وبیش سوا لاکھ اللہ کے وہ بندے جن کی زندگیاں مثالی تھیں جو پاکباز' پاک نیت' پاک طینت' پاک کردار اور اللہ کے مثالی انسان اور اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ اتنی مقدس ہستیاں کسی غلطی پہ متفق نہیں ہوسکتیں۔ جو ساری انسانیت کے سر کا تاج ہوں۔ ایسے مثالی انسان جن کی نظیر کوئی غیر نبی نہیں بن سکتا۔ اتنے نیک پاک باز انسان جن کی پاکی کو فرشتے ترستے ہیں اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ سارے پاکباز کسی غلطی پہ متحد نہیں ہوسکتے۔تو لہذا قرآن حکیم حق ہے۔اپنے اپنے وقت میں تورات وانا جیل بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے تھیں۔

وانزل الفرقان. اور اُس نے قرآن نازل کر دیا اور نزول قرآن سے لیکر قیام قیامت تک کتاب ہدایت اللہ کا قرآن ہے اس کے نزول سے لیکر ہمیشہ اب عمل قرآن حکیم پر ہوگا قومیں دو ہیں دنیا میں یہ جس پہ اپ کا ملک بنا اور وہ ہندوستان تقسیم ہوا۔ دوقومی نظریہ۔ انسانیت میں اصل میں قومیں دو ہیں' مومن اور کافر' اللہ کو تسلیم کرنے والے اللہ کی بات کو تسلیم کرنے والے اللہ کے انبیاء کو ماننے والے اور اُن کے منکر آگے اقسام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

الکفر ملته الواحدة . کفر ایک ہی ملت ہے۔ایک ہی قوم ہے کوئی چھوٹا کافر ہے کوئی بڑا کافر ہے کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے۔ جیسے کُتے سارے کتے ہوتے ہیں اب اُس میں اُن کی مختلف نسلیں ہیں اُن کے مختلف کردار ہیں کوئی کچھ کرتا ہے کوئی کچھ کرتا ہے کسی کا رنگ کچھ ہے شکل کچھ ہے لیکن کتا ہونے میں شک نہیں ہے اس طرح کفر ہر طرح کا ایک ہی ہے سارا کفر ہے اور ایک قوم ہے مسلمان۔ دو قومیں ہیں دنیا میں حق کے ماننے والے اور حق کا انکار کرنے والے۔ تو کافروں کی بات بھی کر دی کہ بات یقینی ہے۔

ان الذین کفرو اباٰیت اللّٰہ . اللہ کا انکار تو بہت بڑی بات ہے اللہ کے نبی ﷺ کا انکار تو بہت ہی بڑی بات ہے۔اللہ کے ارشادات کا جو انکار کرے گا وہ بھی ویسا ہی کافر ہے جیسے اللہ کی ذات کا انکار کرتا ہے یا اللہ کے نبی ﷺ کا انکار کرتا ہے اس لئے یہاں فرمایا۔

ان الذین کفرو ا بایٰت اللّٰہ. اللہ کی آیات کا جن لوگوں نے انکار کیا۔

لھُم عذاب ' شدید '. اُن کے لئے بڑی سخت سزائیں ہیں۔

واللّٰہ 'عزیزٌ' ذوانتقام . اللہ غالب ہے اور وہ یقیناً انتقام لیتا ہے۔کفر کو معاف نہیں فرماتا۔ اگر کوئی کفر سے توبہ کرلے تو اُس کی رحمت وسیع ہے لیکن کفر پر قائم رہے اور کفر پر مرجائے تو اُس کے لئے معافی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے پھر اُسے وہ بدلہ دینا ہوگا جس طرح کا اور جتنا کفر اُس نے کیا اُس سے وہ نہیں بچ سکے گا۔

اللہ کریم ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے اور ایمان پہ زندہ رکھے ایمان پہ موت نصیب فرمائے اور اپنے ایماندار بندوں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔ وآخر دعونا ان الحمد اللّٰہ رب العلمین

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 25-07-2006

سوال۔ اہل تصوف کے دو نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا کیا مطلب ہے۔ وضاحت فرمائیے۔

الحمدللہ رب العلمین ○

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ محمد وَّ الہٖ

واصحابہٖ اجمعین ○

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیُم ○

جواب۔ صوفیا کے مختلف مدارج مختلف مراقبات اور مختلف کیفیات ہوتی ہیں جس طرح علوم ظاہری میں اسباق چلتے ہیں اُس طرح کیفیات باطنی بھی سبق در سبق چلتی ہیں اور اُن کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ تو جن دوستوں کے اسباق ہیں وہاں تک آپ اور جنہیں مشاہدہ ہے اندازہ فرماتے ہوں گے کہ جب ''مراقبہ فنا'' کیا جاتا ہے تو اُس میں ہر چیز فنا ہوتی نظر آتی ہے حتیٰ کہ ساری کائنات فنا ہو جاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے۔ اُس کے بعد جب بقاباللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ ویبقیٰ وجہُ ربکَ ذوالجلال والاکرامِ ○ تو ہر وجود کے ساتھ قادر مطلق کے انوارات نظر آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ قائم ہے تو سامنے سمجھ آرہی ہوتی ہے کہ قائم بذات صرف اللہ کی ذات ہے باقی سارے وجود اُس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں اُس کے بنانے سے بنتے ہیں اور اُس کے مٹانے سے مٹ جاتے ہیں اُن کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب اس کیفیت سے صوفیاء گزرے تو انہوں نے یہ کہا کہ وجود دراصل ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ جو ازل سے ہے ابد تک ہے ہمیشہ ہے ہر حال میں ہے ہر جگہ ہے باقی نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف اُس کے قائم رکھنے سے قائم رہتے ہیں اُس کے مٹا دینے سے مٹ جاتے ہیں اُن کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے۔ ایسے ''وحدت الوجود'' کا نام دیا گیا ہے کہ وجود صرف ایک ہے، واحد ہے لاشریک ہے۔ باقی وجودوں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے جو کچھ کائنات میں ہے یا جہاں تک جو کچھ ہے اُس کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے جب اس نظریے کو اپنی کتاب میں جگہ دی اور اُس پر بحث فرمائی تو پھر یہ مستقل ایک نظریہ بن گیا۔ لیکن اس کا مفہوم یہ تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ بعد میں جو لوگ آئے یہ بات کاملین کی تھی اہل علم کی تھی۔ بعد میں جب لوگ آئے اُن کا کمال نہ علوم باطنی میں اس پائے کا تھا نہ علوم ظاہری میں اُن کے علوم اس پائے کے تھے تو اس میں ایک قباحت آگئی۔ بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ اللہ ہی باقی ہے جو کچھ ہے یہ فانی ہے۔ سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود میں اللہ ہے۔ وحدت الوجود کا جو مفہوم تھا وہ یکسر بدلنے لگا تو یہ ہندوؤں والا عقیدہ بننے لگ گیا تھا جیسے ہر وہ طاقت جسے وہ ناقابل تسخیر سمجھیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بھگوان موجود ہے بڑا پہاڑ ہو تو اُس کی پوجا شروع کر دو بڑا درخت ہو تو اُس

کی پوجا شروع کر دو۔ کوئی بھی جانور ایسا ہوتا ہو قابو نہ آئے تو اُس کی پوجا کرنا کہ اس میں بھگوان ہے۔ تو وہ جو اس میں قباحتیں در آئیں نااہلوں کی وجہ سے وہ یہ تھیں۔ ان قباحتوں کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے مقابلے میں بدل کر ''وحدت الشہود'' کا لفظ دیا کہ ہر چیز ہر وجود اُس کی وحدت پہ گواہ ہے یعنی ہر وجود کی جو ذات ہے وہ اُس کی قدرت کاملہ پہ گواہ ہے اور اُس کی شہادت دے رہی ہے تو یہ اُن قباحتوں سے بچنے کے لئے اس کی اصلاحی صورت تشکیل دی گئی جس میں خطرہ کم تھا یا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب جسے گمراہ ہونا ہو اور کوئی ایسی گستاخی کر بیٹھے کہ اللہ کریم اُسے رد کر دے تو وہ تو گمراہ ہوتا ہی ہے۔

ویھدی الیہ من ینیب. قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے لوگ اُس کی وجہ سے اعتراض تراش کر گمراہ ہو جاتے ہیں تو جو آب حیات پی کر مر جائے اب اُس کا کیا علاج ہے لیکن وہ جو خطرات تھے وہاں اس میں وہ خطرات ختم ہو گئے اور اصل بات نکھر کر سامنے آ گئی۔ تو ہر وجود کی اپنی ایک حیثیت ہے چونکہ اللہ نے اُسے تخلیق فرمایا ہے اُسے حقوق دیے ہیں اُسے زندگی دی ہے یا اُسے شعور دیا ہے لیکن وہ گواہ ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر۔ تو وحدت الشہود سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی گواہی ہر وجود دے رہا ہے۔ وہ انسان ہے یا حیوان ہے' جاندار ہے نباتات ہے آسمان ہے یا زمین ہے کوئی وجود بھی ہے تو وہ ایک ہی شہادت دے رہا ہے اور سب کی شہادت جو ہے وہ اللہ کی قدرت کاملہ پر ہے اُس کے خالق اور اُس کے قادر مطلق ہونے پر ہے تو یہ اُن خطرات سے بچنے کے لئے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدتِ الوجود کی اصطلاح سے در آئے تھے اُن سے بچنے کے لئے یہ راستہ اپنایا گیا ''وحدت الشہود'' کا۔ تو یہ اصطلاحات ہیں یہ نظریات نہیں ہیں یہ اصطلاحات ہیں۔ نظریات یا عقائد وہی ہیں جو شریعت مطہرہ نے بیان فرما دیے۔ اب مختلف کیفیات کے اظہار کے لئے مختلف اصطلاحات ہیں میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی عقائد ہیں یا نظریات ہیں یہ اصطلاحات ہیں جن سے اُس کیفیت کا اظہار مطلوب ہے تو اپنی اصل میں دونوں درست ہیں' اُن میں اختلاف نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ وحدت الوجود جب کہا گیا تو اُس میں خطرات در آئے اور بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ ہر وجود جو ہے اُس کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ اللہ کے قائم رکھنے سے قائم ہے اور وہ قائم نہ رکھے تو قائم نہیں ہے۔ سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود ہی اللہ ہے۔ تو اُس اصطلاح کی جگہ دوسری اصطلاح حضرت مجدد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو لائے وہ تھی وحدت الشہود کہ ہر وجود کی شہادت جو ہے وہ ایک ہے اور اللہ کی وحدت پر ہے۔ اُس کے خالق کائنات' خالق کل اور قادر مطلق ہونے پر ہے تو یہ دو نظریات ہیں اور دراصل یہ اہل علم کی باتیں ہیں اور ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جن کے پاس علوم ظاہر بھی ہوں اور انہیں کمالات باطنی بھی حاصل ہوں۔ تو عموماً اہل علم جو اس شعبے میں آتے ہیں تو یہ اُن کے بحث کرنے کی باتیں ہیں جب عوام کی سطح پہ آتی ہیں تو وہ اپنی استعداد اور اپنی سمجھ اور اپنے علم کے مطابق اسے سمجھتے ہیں اور اُس میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ دراصل بات ایک ہی ہے اُس کے لئے اصطلاحیں دو ہیں اور یہ تو بنیادی عقائد میں سے ہے کہ اللہ کریم باقی ہے باقی ہر چیز فانی ہے۔ جو بنیادی عقیدہ ہے اسلام کا اُس میں سے ہے کہ قائم بذات صرف اللہ ہے باقی ہر چیز فانی ہے اور جسے اللہ بناتا ہے بنتی ہے جسے اللہ مٹا دیتا ہے مٹ جاتی ہے۔

یہ ایک ایسا فن ہے کہ اس میں ہر شخص کو اپنی استعداد اور اپنی علمی

استعداد جس طرح اللہ کریم نے مختلف استعداد دی ہے، علم کے لئے علم ظاہر کے لئے دو شخص اکٹھے پڑھتے ہیں ایک اُستاد سے پڑھتے ہیں ایک جیسی کتابیں پڑھتے ہیں لیکن دونوں کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے۔اس لئے کہ دونوں کی اپنی استعداد جو ہے حصول علم کی وہ الگ ہوتی ہے اس طرح بے شمار لوگ اللہ اللہ سیکھتے ہیں کیفیات باطنی حاصل کرتے ہیں ایک ہی اُستاد سے ایک ہی وقت میں کرتے رہتے ہیں لیکن ہر ایک کا حال الگ ہوتا ہے۔جس طرح کی کیفیات کی استعداد اللہ کریم نے اُس کے وجود میں رکھی ہوتی ہے اُس طرح کی کیفیات بھی وہ حاصل کرتا ہے اور جس طرح کا شعور و آگہی کا مادہ اُس میں اللہ کریم نے رکھا ہوتا ہے اُسی طرح سے وہ سمجھتا ہے۔تو اصولی بات یہ ہے کہ جو بنیادی عقائد ہیں شریعت کے وہ اصل ہیں آگے یہ سب تشریحات ہیں اور کوئی تشریح اُن حدود سے متجاوز نہیں ہونی چاہئے جو شریعت مطہرہ نے متعین فرما دی ہیں۔اُن حدود کے اندر وضاحتیں ہیں تفصیلات ہیں۔جیسے قرآن حکیم کی تفسیر میں بے شمار تفصیل لکھی حضرات نے اللہ مفسرین کرام پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے لیکن اُس سب کا معیار یہ ہے کہ وہ جتنی تفصیل میں چلے جائیں وہ تفصیل اُن حدود کے اندر ہونی چاہئے جو حضور اکرم ﷺ نے متعین فرما دیں۔شارحین حدیث نے حدیث مبارکہ پر بڑی لمبی بحثیں فرمائی ہیں۔مختلف لوگوں نے اعتراض کئے حضرات نے اُن کے جواب دیئے اور ایک ایک حدیث پر بہت بڑی بڑی لمبی بحثیں ہیں تو شرط بنیادی صرف یہ ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کی مراد تھی۔ارشاد سے آپ ﷺ کی مراد کیا تھی اُس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس کا کیا مفہوم سمجھا اُس پر حضور ﷺ کے سامنے کیسے عمل کیا اور حضور ﷺ نے اُسکی تصدیق فرمائی وہ ہو جاتی ہے۔اُن الفاظ سے مراد کیا تھا اُس حد کے اندر جتنی تشریح جتنی تفصیل ہوتی رہے۔جب اُس حد سے متصادم ہوگی تو باطل ہو جائے گی۔چونکہ حق اُس حد کے اندر ہے۔اس طرح صوفیا کے مراقبات ہوتے ہیں کیفیات ہوتی ہیں مختلف کیفیات سمجھتے ہیں وہ اور اُن کی تعبیرات اُن کو دیتے ہیں لیکن ان سب کی بھی شرط یہی ہے کہ شریعت مطہرہ کی حدود کے اندر جو کچھ ہے وہ حق ہے جہاں سے کسی کی کیفیت یا کسی کا کشف یا کسی کا الہام شریعت سے متصادم ہوگا تو وہ باطل ہو جائے گا اور شریعت برحق ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی ساری شریعت کشف والہام سے وحی سے حاصل فرمائی۔وحی کی کیفیت بھی صرف نبی پہ ظاہر ہوتی ہے کوئی دوسرا جو پاس بیٹھا ہوا اور وحی نازل ہو رہی ہو تو دوسرے کو سمجھ نہیں آتی۔اس طرح کشف والہام بھی صاحب کشف الہام پہ وارد ہوتا ہے کوئی ساتھ دوسرا بیٹھا ہو اُسے سمجھ نہیں آتی۔لیکن نبی ﷺ پر جو وارد ہوتا اس میں دو باتیں یقینی تھی۔اُس میں ایک تو حضور اکرم ﷺ پہ جو کچھ وارد ہوتا وہ حق ہوتا تھا اُس میں شیطان مداخلت نہیں کرسکتا تھا۔دوسری بات یہ تھی کہ جو کچھ حضور ﷺ پہ وحی سے یا کشف سے، یا نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔خواب سے بھی اگر کوئی بات نبی پہ وارد ہوتی ہے تو وہ بھی وحی ہوتی ہے اور وہ بھی برحق ہوتی ہے نہ اُس میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور نہ اللہ کے نبی کو سمجھنے میں غلطی لگتی ہے۔

جو کشف اور مجاہدہ صوفیاء کو ہوتا ہے وہ بھی وہی ہوتا ہے جو نبی کو ہوتا ہے اس لئے کہ باتباع نبی اور نبی کی اطاعت میں فنا ہونے سے وہ برکات نصیب ہوتی ہیں لیکن یہاں بہت بڑا فرق ہے اُسے سمجھنے میں بھی غلطی لگ سکتی ہے اور اُس کے مشاہدے یا اُس کے القا یا کشف

میں شیطان بھی مداخلت کرتا ہے یہ دونوں خطرات ولی کے ساتھ موجود ہیں جو نبی کے ساتھ نہیں ہیں لہذا ہر ولی اللہ کا کشف ومشاہدہ محتاج ہے نبی کے ارشادات عالیہ کا۔ اگر حضور ﷺ کے احکام کی حدود کے اندر ہے اُس کے مطابق ہے تو درست ہے اگر متصادم ہے تو باطل ہے۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جو کشف نبی کو ہوتا ہے جو الہام نبی کو ہوتا ہے جو وحی نبی پہ آتی ہے جو خواب اللہ کا نبی دیکھتا ہے ساری اُمت اُس کی مکلّف ہوتی ہے پوری اُمت کو وہ ماننا پڑتا ہے۔ جو مشاہدہ ولی کو ہوتا ہے کوئی دوسرا بندہ اُس کا مکلّف نہیں۔ صاحب مشاہدہ اگر اُس کا مشاہدہ شرعی حدود کے اندر ہے تو وہ اُس پر عمل کرنے کا پابند ہے اُسے اُس پر عمل کرنا چاہئے لیکن کوئی دوسرا بندہ اُس کے کشف کا پابند نہیں ہے کہ فلاں کو یہ کشف ہوا اس لئے میں یہ عمل کروں یہ شان صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہے تو لہذا کوئی بھی نظریہ ہو یا اُسے آپ اصطلاح کہیں یا کشف کہیں یا مشاہدہ کہیں تو بنیاد شریعت مطہرہ ہے اور ارشادات نبوی ﷺ اور قرآن اور حدیث ہے اور سنت ہے اُس کے اندر اندر اُس کی تشریحات اُس کی تفصیلات علماء کو اللہ کریم علم کے راستے بتا دیتا ہے، علم کے ذریعے سے سمجھا دیتا ہے اور بڑی بڑی بحثیں علماء حضرات نے فرمائی ہیں اور علماء ہی کو مشاہدات بھی نصیب ہوتے ہیں جو اس طرف آ جائے اُسے اللہ کریم کشف اور مشاہدے سے سرفراز فرماتے ہیں ان کے کشف سے کوئی نیا حکم نہیں ہوسکتا اور شرعی حدود سے باہر بھی نہیں ہوسکتیں۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

کفر واسلام کی آمیزش

اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے میرے پاکستان میں
بدچلن آزاد ہیں اور نیک خو زندان میں
ہر بُرائی کو ملے ہے اب پذیرائی یہاں
کونوں کھدروں میں چھپی ہے اب تو اچھائی یہاں

ان دنوں ہم ہو گئے ہیں اس قدر روشن خیال
کفر کے سانچے میں ڈھلنے کا نہیں ہم ملال
کر رہے یورشیں اغیار اب بے روک ٹوک
مل رہے ہیں اب مسلسل ان کو ''پینلٹی سٹروک''

گڈیاں ہم نے اڑائیں اور منائی ہے بسنت
یہ بلا شک ہے ہماری دین سے دوری کا انت
ہندو امریکہ بھی راضی اور کشمیری بھی خوش
گاڑھی چھنتی ہے خدا سے گرچہ ہے محبوب ''بش''

ہم نے یکجہتی منائی بھارت وکشمیر سے
گھتیاں سلجھائیں کیسے ناخن تدبیر سے
روز روشن کی طرح اب یہ حقیقت ہے عیاں
کفر ہے دل میں ہمارے لاالہ نوکِ زباں

عصر حاضر ہے اویسی ایک دورِ پُرفتن
مسلم وکافر کا جس میں ہوگیا یکساں چلن

☆......انجینئر عبدالرزاق اویسی، ٹوبہ

المرشد سے انتخاب
"اسلام زندہ رہے گا"

امیر محمد اکرم اعوان

8 فروری 1992ء کو جاپان میں خطاب

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

یا ایھا الذین امنو اذکرو اللہ ذکراً کثیراً o وسبحوہ بکرۃ و اصیلاً o

اللہ کریم کا احسان ہے کہ اُس نے اپنی راہ میں اور اپنے ذکر اور اپنے دین کے لئے ہم سب کو اکٹھا ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس بات پہ ساتھی آپس میں بات کر رہے تھے کہ آخر مسلمان خود ہی دین کی فکر نہیں کریں گے تو اسلام کی فکر کرنے والا کون ہوگا ایک دفعہ پیر کرم شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے تو ان کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی۔ باتیں تو ساری ہی دین کی ہوتی ہیں سب اچھی ہوتی ہیں' فرمانے لگے اگر اب مسلمانوں کو یہ خیال ہو کہ بیت اللہ پر حملہ ہوا تو اللہ کریم ابابیل بھیج دیں گے تو یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ جب بیت اللہ کی حفاظت کے لئے اللہ نے ابابیل بھیجے تھے۔ تب مسلمان دنیا میں نہیں تھے۔ اور جب اس اُمت کو اللہ نے اعزاز بخشا اور نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو اس کے بعد یہ ذمہ داری اس اُمت پر ہے ابابیل نہیں آئیں گے۔ واقعی اُن کی یہ بات بڑی مضبوط اور اپنے اندر بڑا وزن رکھتی ہے کہ اُس کے بعد ابابیل نہیں آئے۔ صحابہؓ نے جانیں دیں' صحابہؓ نے خون دیا' صحابہؓ نے گھر قربان کئے' سفر کئے' جہاد کئے' مقابلے کئے اور روئے زمین پر اللہ کے دین کو پھیلایا' انصاف قائم کیا اور اللہ سے بچھڑی ہوئی مخلوق کو اللہ کے ساتھ جوڑا۔

اب قیامت تک یہ عہد نبی کریم ﷺ کی اُمت کا ہی ہے یہ ساری ذمہ داری آپ ﷺ کے ماننے والوں اور مسلمانوں ہی پر ہے۔ ہم سب پر ہے اگر ہم ہی اس کا احساس نہ کریں تو اللہ قادر ہے وہ جب دین کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو رکھے گا۔

مسلمانوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ دین ہم سے قائم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم دین سے قائم ہیں کیونکہ دین اللہ باقی رکھے گا یہ اُس کا وعدہ ہے۔ انا نحن نزلنا لذکر و انا لہ' لحافظون. ہم نے قرآن کو نازل فرمایا ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں تو حفاظت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن آسمان پر تو محفوظ ہی ہے لوح محفوظ پر تو محفوظ ہی ہے حفاظت کا مقصد یہی ہے کہ قران کو جاننے والے قرآن کو ماننے والے قرآن پر عمل کرنے والے دنیا میں' زمین پر موجود رہیں گے اور اس کا مظاہرہ تاریخ میں ہم بار با دیکھ چکے ہیں' مسلمانوں کا یہی حال تھا بُرائی تھی' بے دینی تھی عیاشی تھی' تاتاری اُٹھ کر مسلمانوں کے گرد ہو گئے' عذاب الٰہی کی طرح اور انہوں نے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان ریاستوں کو تباہ کر دیا یوں نظر آتا تھا جیسے اسلام کا' مسلمانوں کا نام نہیں رہے گا۔ لیکن اللہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے تاتاریوں کو اسلام دے دیا اور سارے مسلمان ہو گئے اور اسلام کی قوت بن گئے یعنی اسلام کو اور شان وشوکت مل گئی اور جو لوگ اسلام کی حفاظت کی پرواہ نہیں کرتے تھے انہیں اُس کی سزا مل گئی۔ آپ دیکھیں کہ اللہ نے روس جیسی ظالم

وجابر طاقت کو توڑ دیا اور جو مسلمان ریاستیں وہاں دبی ہوئی تھیں اور جن میں کم و بیش پچھتر اسی سال سے کوئی کلمہ اذان، نماز کچھ بھی نہیں تھا اب پھر وہاں احیائے اسلام ہو رہا ہے۔ اگر دنیا کے ایک گوشے کے مسلمان ایک سرے کے رہنے والے مسلمان اس کی قدر نہیں کرینگے تو اللہ قادر ہے ممکن ہے کسی کافر قوم کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اسلام کو چھوڑ دینے سے ہم مٹ جائیں گے اسلام نہیں مٹے گا اسلام کی بقا ہماری محتاج نہیں ہے ہماری بقا اسلام کی محتاج ہے۔ ہماری عزت اسلام سے ہے ہماری بقا اسلام سے ہے ہمارا سارا وقار اسلام کا محتاج ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ میں ہی سب باتیں آپ کو بتاؤں ہم سب ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں اللہ کا دین ہے بہت سی باتیں آپ سے میں سیکھ لیتا ہوں۔ تو مسلمانوں کو پتہ ہے پانچ وقت کی نماز فرض ہے مگر نماز نہیں پڑھتے، مسلمانوں کو پتہ ہے قرآن حکیم کی تلاوت کرنی چاہئے مگر مسلمان نہیں کرتے، مسلمانوں کو پتہ ہے کہ نیکی پر وقت لگانا چاہئے لیکن وہ نہیں لگاتے۔ اس سوال کا بھی تو کوئی جواب ہونا چاہئے کیوں نہیں لگاتے؟ ہمیں پتہ ہے ہم فلاں کارخانے میں ملازم ہیں ہم اپنی پوری کوشش کرتے ہیں وقت پر جانے کی، کام کرنے کی بلکہ اپنے کام میں دوسروں سے اچھا نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو جب ہمیں یہ خبر ہے کہ ہمیں اللہ نے دین عطا فرمایا اور ہم مسلمان ہیں، اب یہاں کافروں کو دیکھیں اُن کی اپنی کچھ روایات ہیں کچھ ان کی رسومات ہیں تو وہ کافر بھی اپنی اُن رسومات کو نبھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ مالی نقصان برداشت کر لیتا ہے، لوگوں کی ناراضگی برداشت کر لیتا ہے، تکلیف برداشت کر لیتا ہے جو اس کی رسم ہے وہ خواہ کافرانہ سہی لیکن وہ اپنی پوری کرتا ہے کہ یہ اُن کا رواج ہے۔ آخر مسلمان کیوں نہیں کرتا۔ میرے خیال میں ہمیں اس کا جواب بھی مسلمان ہی کے کردار میں ڈھونڈنا چاہیے۔ کوئی کمی ہے مسلمان میں، کہیں کوئی خلا ہے۔ کہیں ایسی بات ہے جو اس سے چھوٹ گئی ہے کوئی ایسا خلا اور لاتعلقی کا کوئی سبب بن گیا ہے جس کی وجہ سے وہ جانتے ہوئے بھی نہیں کرتا۔ اُسے کرنا چاہئے تھا اور وہ نہیں کرتا۔ میرے خیال کے مطابق قرآن حکیم کے جتنے احکام ہیں مثلاً قرآن نے نماز کا حکم دیا ہے اگر چہ لوگ نماز نہیں پڑھتے لیکن نماز پڑھنے والوں سے بھی مساجد بھر جاتی ہیں یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ سب مسلمانوں نے نماز چھوڑ دی۔ ایسا نہیں ہوتا ہم بیت اللہ میں دیکھتے ہیں کہ جب اذان ہوتی ہے جماعت کھڑی ہوتی ہے تو کئی لاکھ افراد اس عظیم الشان عمارت میں زمین پر پہلی چھت پر، دوسرے پر، تیسری چھت پر لوگ چلے جاتے ہیں۔ زمین دوز ایک ہے۔ اس کے باوجود کئی بار دیکھا ہے دو دو تین تین میل تک باہر سڑکوں پر صفیں بن جاتی ہیں مخلوق ہی مخلوق کھڑی ہوتی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں آپ مساجد میں جائیں شہروں میں کسی بھی اسلامی ملک میں چلے جائیں اگر چہ بے نمازی بھی بہت ہیں لیکن اذان کے دس منٹ بعد مسجد میں اندر داخل ہونے کی جگہ نہیں ملے گی۔ اتنے لوگ نماز کے لئے وہاں ہیں اسی طرح قرآن حکیم کا حکم ہے زکوۃ دو ٹھیک ہے مسلمانوں میں ایسے بھی ہیں جو نہیں دیتے لیکن زکوۃ دینے والوں کی بھی کمی نہیں ہے قرآن حکیم کا حکم ہے رمضان کے روزے رکھو بلا عذر شرعی نہیں چھوڑے جاسکتے۔ اکثر مسلمان نہیں رکھتے ہوں گے۔ لیکن روزہ داروں کی کمی نہیں، بے شمار لوگ رکھ رہے ہیں حج اگر فرض ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سرمایہ خرچ نہیں کرتے اور حج نہیں کرتے۔ لیکن کرنے والوں کو بھی باری نہیں ملتی بے شمار لوگ کرتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ حج کر کے بھی، نماز پڑھ کر بھی، روزہ رکھ کے بھی، مسلمان کے کردار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سب سے حیرت ناک

بات یہی ہے کہ جو عبادت نہیں کرتا وہ تو کوئی غلطی کرتا ہے۔ چلو لیکن جو عبادت کرتا بھی ہے۔ آپ ایک آدمی کو حاجی تو کہہ سکتے ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ مسلمان ممالک میں مسلمان حاجی جب بازار میں بیٹھا ہوتا ہے کوئی اُس پر اعتبار نہیں کرتا۔ چور ہیں یا حاجی دونوں برابر ہیں ایک نماز پڑھنے والا نمازی جب دکان پہ یا ڈیوٹی پہ بیٹھا ہوتا ہے تو میں نے نہیں سمجھا کہ کوئی اُس کا لحاظ کرتا ہو کہ جی یہ تو نمازی ہے یہ سچ بتائے گا یا صحیح بات کرے گا کوئی تجربہ نہیں ہوا یعنی جو مسلمان عبادت کرتے بھی ہیں اُس کے بعد بھی جب وہ عملی زندگی میں یا بازار میں یا پریکٹیکل لائف میں آتے ہیں تو بات وہی ہو جاتی ہے نہ کرنے والا' کرنے والا برابر ہو جاتے ہیں تو اُن کی وہ عبادت اُن کی وہ نماز اُن کا وہ روزہ بھی اُس پر کوئی اثر نہیں کرتا جو کہ ہونا چاہئے قرآن حکیم کے حکم کے مطابق اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔

ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر.

نماز تو بے حیائی اور بُرائی سے روک دیتی ہے۔ تو نمازی نماز پڑھتا بھی ہے اور اُس سے رُکتا بھی نہیں۔

رمضان المبارک میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ روزہ بھی رکھتے ہیں اور وہی چیز چار گنا ریٹ پر لے جاتے ہیں تو پھر روزہ رکھنے کی کیا برکت ہوئی کہ ایک آدمی نے چیز ایک روپے کی خریدی ہے سوا روپیہ میں بیچ رہا ہے' چلو رمضان آ گیا پانچ روپے کی کر دی تو وہ روزہ رکھنے سے کیا حاصل ہوا آپ کے کردار میں کوئی فرق نہ آیا ٹارگٹ تو وہی مادی دولت جمع کرنا رہ گیا۔

تو ان ساری باتوں میں یہ دو سوال پیدا ہوتے ہیں کہ جو مسلمان نماز روزہ نہیں کرتے آخر وہ مسلمان ہیں تو کیوں نہیں کرتے؟ دوسرا سوال اس کے ساتھ میں نے جمع کر دیا کہ جو نماز روزہ کرتے بھی ہیں اُن کے کردار میں کوئی فرق کیوں نہیں پڑتا؟ ایک نماز روزہ کرنے والا مسلمان ہے کام پہ بیٹھا ہے تو ہمیں بے خطر ہو کر جانا چاہئے کہ یہ تو نماز روزہ کرتا ہے دھوکا نہیں کرے گا۔ جھوٹ نہیں بولے گا۔ جو کہے گا ٹھیک ہی کہے گا۔ لیکن کوئی نہیں جاتا اور جاؤ تو مار پڑتی ہے۔ دھوکا ہو جاتا ہے۔ میرا اپنا یہ تجربہ ہے میں کم چیزیں خریدتا ہوں الحمدللہ۔ اللہ کا احسان ہے کام کاج کے لئے ملازم ہوتے ہیں۔ تو مارکیٹ جانے کا مجھے شاید ہی اتفاق ہو لیکن اگر کبھی جاؤں تو آرام سے جو چیز ضرورت ہے لے لیتا ہوں میں راولپنڈی میں تھا میرا خیال تھا کہ ایک تھرموس لیتا چلو۔ بازار چلا گیا تو میں نے اُس سے قیمت پوچھی پتہ نہیں ایک سو اسّی یا کچھ بتائی میں نے کہا یار مجھے دے دو' مجھے ڈبے میں ڈال کر دے دو۔ تو اُس نے پہلے تو مجھے دیکھا پھر کہا کہ سہارا کریں۔ اُس نے تھرموس کھولا نیچے سے اس میں سے بوتل نکالی۔ پھر الماری سے ایک اور بوتل شیشے کی نکال کر اُس میں ڈالی۔ اُس کو بند کیا۔ ڈبے میں ڈالا مجھے دے دیا اور کہنے لگا آپ ایک سو ساٹھ دے دیں۔ میں نے کہا یہ تم نے کیا کیا؟ ایک سو اسی کہہ رہے تھے۔ اب ایک سو ساٹھ لے رہے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے ایک سو اسّی مانگا تھا اور یہ تھرموس بکنا تھا۔ سو یا ایک سو پانچ میں۔ ایک سو دس کا جھگڑتے لڑتے بھڑتے۔ اب اس میں ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں بچتی۔ ایک سو پچاس کا لیا ہے ایک سو دس کا بیچنا ہوگا تو گنجائش نکالنے کے لئے اس کی اوریجنل بوتل جو جاپان کی ہوتی ہے نکال لیتے ہیں دیسی ڈال دیتے ہیں۔ وہ تیس روپے کی بوتل ہوتی ہے۔ سو کا بیچ کر بھی ہمیں چالیس پچاس روپے بچ جاتے ہیں۔ آپ نے جھگڑا نہیں کیا۔ تو میں سمجھا کہ یہ تو پیسے پورے دے رہے ہیں۔ چلو اسے بوتل بھی جاپانی دے دوں۔ میں سمجھا پھر بھی شریف آدمی ہے۔ اگر جاپانی بوتل نہ دیتا تو مجھے پتہ نہیں تھا۔ یعنی یہ ہمارا کردار ہے مسلمانوں کا۔ خریدنے والا بھی مسلمان ہے بیچنے والا بھی مسلمان ہے تو کیا اسلام ہے کیا اسلامی

کردار ہے کیا فائدہ ہوا پھر ہمارے مسلمان ہونے کا کسی کافر سے' کسی جاپانی سے' کسی امریکن سے کسی برطانوی سے' کسی فرنچ سے' یہ توقع نہیں کرتے جسے ہم کافر کہتے ہیں اُس سے ہم توقع نہیں کرتے ہمارا اپنا عملی حال یہ ہے تو اس میں بے نماز اور نمازی کا فرق بھی نہیں ہے جو نمازیں پڑھتے ہیں حج کر کے آتے ہیں کرتے وہ بھی اسی طرح ۔ الا ماشاء اللہ اللہ کے نیک بندے بھی ہزاروں ہوں گے بات تو اکثریت پہ جاتی ہے اکثریت کیا کرتی ہے۔

تو میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں اللہ کریم کا احسان ہے مجھے چونتیس پینتیس برس ہو گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اپنے کام کاج کے ساتھ یہ دینی کام کرتے ہوئے اس شعبے میں لگے ہوئے میں نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ کریم کا یہ جو حکم تھا قرآن حکیم میں کہ اذکر اللہ ذکراً کثیراً سب سے زیادہ میرا ذکر کرو اور میرا ذکر اوقات کا پابند مت رکھو کہ فرصت ملے گی تو کریں گے۔ وسجوہ بکرۃ واصیلاً جسے انگریزی میں Round the Clock کہتے ہیں۔ رات ہو یا دن صبح ہو یا شام کھڑے ہوں یا چلتے ہوں' بیٹھے ہوں کام کر رہے ہوں میرا ذکر کرتے رہو۔

الذین یذکرُونَ اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ۔ ہر حال میں۔ واذکرو ربک اذ نسیت اگر بات بھول جائے تو جیسے یاد آئے تو اللہ اللہ کرنا شروع کر دو اور قرآن حکیم نے سب سے زیادہ بار جس کام کا حکم دیا ہے وہ ذکر الٰہی سب سے زیادہ بار جس حکم کو دہرایا ہے قرآن نے وہ ذکر کا حکم ہے۔ قرآن کے بعد ہم تعامل نبوی ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے کسی نے سوال کیا حضرت عائشہؓ سے کہ آپ ﷺ ذکر کیسے کرتے تھے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر حال میں ذکر کرتے تھے۔ علی کل احیانہ کے الفاظ آتے ہیں اپنے ہر حال ہر صورت ذکر کرتے رہتے تھے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھُم بالغدوۃ والعشی یریدُون وجھہ' ۔ اے میرے حبیب ﷺ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے جو صبح شام رات دن میرے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے آیہ کریمہ کے شان نزول میں موجود ہے مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ بیٹھے ذکر کر رہے تھے تو حضور ﷺ اُن کے درمیان بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تیرا احسان ہے مجھے جیسے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے ویسے لوگ بھی عطا کر دیے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کیسے ذکر کرتے تھے اس کی گواہی بھی قرآن دیتا ہے فرمایا۔

ثم تلینُ جلودھُم وقلوبھُم الی ذکر اللّٰہ ۔ اُن کی کھال سے لے کر اُن کے دل تک ذکر کرتے تھے اب بلا خوف تردید ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس شہر میں کوئی ذکر کرنے والا نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کوئی نمازی نہیں ہے بے نماز ہوں گے نمازی بھی ہوں گے ہم نہیں کہہ سکتے کوئی روزہ نہیں رکھتا روزہ نہ رکھنے والے بھی ہوں گے رکھنے والے بھی ہوں گے ہم نہیں کہہ سکتے کوئی حاجی نہیں ہے حج نہ کرنے والے بھی ہوں گے' حج کرنے والے بھی ہونگے لیکن آپ بغیر کسی ڈر کے کہہ سکتے ہیں شہر میں کوئی بھی ذاکر نہیں تو اس کا کوئی خطرہ نہیں۔ ملکوں کے ملک بے چراغ ہو گئے اور بہانوں سے تاویلوں سے اور غلط مغلط تاویلوں سے یہ ذکر چھوڑ دیا بڑے بڑے فضلا سے بحث ہوتی ہے نماز پڑھتے ہیں اور ذکر کیا ہے؟ نماز ذکر ہے اللہ کا۔ لیکن اس کے علاوہ جب ذکر کا حکم موجود ہے الگ سے تو آپ اُس سارے کو نماز میں شامل کیوں کرتے ہیں' نماز بھی ذکر ہے لیکن نماز ہی کو ذکر کہنا یہ درست نہیں صرف نماز نہیں بلکہ ہر وہ کام جو شریعت

کے مطابق کیا جائے وہ عملاً ذکرالٰہی ہے وہ کام چھوٹا ہو یا بڑا لیکن وہ اللہ کا ذکر ہے اُس میں اللہ کی یاد شامل ہے اللہ کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے ذکر ہے مگر قرآن حکیم کا مطالبہ اس سے الگ ہے فرماتا ہے۔

فاذاقضیت الصلوۃ وانتشروفی الارض

نماز ختم ہوگئی ۔زمین پہ پھیل جائیں۔ وابتغو من فضل اللہ اپنی روزی تلاش کریں۔اپنی مزدوری کریں۔کام کریں واذکرو اللہ کثیراً ۔اللہ کا ذکر کثرت سے تو نماز کے ساتھ ذکر کمپنیسٹ تو نہ ہوگیا نماز تو ختم ہوگئی اللہ کریم فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہوگئے ذکر سے فارغ نہیں ہوئے دکان پر ہو' مکان پر ہو' مزدوری کررہے ہو کہیں بھی ہو بازار میں ہو ذکر کثرت سے کرتے رہو۔

اسلام میں جہاد ریڑھ کی ہڈی ہے مسلمانوں سے جہاد چھڑانے کے لئے کافروں نے زندگیاں لگا دیں اور اربوں کھربوں روپے لگا دیئے کہ مسلمان جہاد سے رُک جائیں۔ یہ جھوٹے نبیوں کے دعوے اور جھوٹے امام پیدا کر کے اُن سے فتوے لے لے کر سارا یورپ' سارا امریکہ' سارا کفر' سارے یہودی سارے نصرانی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمان پھر جہاد کی طرف نہ آجائیں اور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ جس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں جہاد میں شہید ہو جاؤں وہ جہالت کی موت مرا۔اُس نے گویا اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا۔حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے اُس سب سے اللہ کے نزدیک شہید کے خون کا ایک قطرہ بھاری ہے اور زیادہ عزت والا ہے۔ اب ایک آدمی گھر سے نکلتا ہے مال و دولت چھوڑتا ہے۔ بیوی بچے چھوڑتا ہے ۔آرام چھوڑتا ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکل جاتا ہے اُس کے درجے بہت ہیں اللہ کا اُس پر احسان بہت ہے جہاد خود بہت بڑا ذکر ہے لیکن اسے ذکر کا متبادل اللہ نے قرار نہیں دیا فرمایا

اِذ لقیتُم فیئتہً فاثبُتوا ۔ کسی جماعت سے کسی کافر طاقت سے مقابلہ آجائے جم کرلڑو۔

واذکرو اللہ کثیراً ۔ ذکر اللہ کا کثرت سے کرو۔وہاں بھی الگ سے حکم موجود ہے قرآن میں لڑرہے ہو جہاد کررہے ہو گولی برس رہی ہے۔آگ برس رہی ہے لیکن ذکر کرتے رہو۔

دوسرا بہت بڑا منصب جو اس اُمت جلیلہ کو نصیب ہوا وہ تبلیغ ہے'اس اُمت سے پہلے تبلیغ انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب کمی واقع ہوتی اللہ نئے نبی علیہ السلام مبعوث فرما دیتا۔اس امت کو اللہ نے یہ اعزاز دیا کہ ہر مسلمان کو مبلغ بنا دیا اور علما کو اللہ نے یہ رتبہ دیا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

العلما امتی کالانبیاء بنی اسرائیل اوکما قال رسول اللہ ﷺ میری امت کے علما کی وہ عزت ہے جو بنی اسرائیل میں نبیوں کی ہوتی تھی کیونکہ وہ کام ہی وہی کرتے ہیں دعوت والا اور اللہ کی طرف بلانے والا لیکن کیا تبلیغ کے ساتھ ذکر کی ضرورت نہیں !تبلیغ کردی' چلے پھرے'لوگوں کے پاس گئے انہیں دین کی طرف دعوت دی بیان کیا یہ سارا ذکر ہے لیکن اس سارے کے ساتھ پھر ذکر کی ضرورت ہے ساری کائنات تبلیغ کرتی رہے تو ایک ایک لمحہ جو رسول اللہ ﷺ کا گزرا ہے اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ساری تبلیغ کا مرکز حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے سب سے بڑا مبلغ اللہ کا رسول ﷺ ہے اور جن حالات میں حضور ﷺ نے تبلیغ کی آپ اور میں سوچ بھی نہیں سکتے۔روئے زمین کے سارے کفر کے سامنے تن تنہا محض اللہ کے بھروسے پر صرف ایک ہستی کا کھڑے ہو جانا یہ صرف رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے۔خود قرآن حکیم گواہی دیتا ہے فرماتا ہے۔

ان لک فی النھار سبحاً طویلاً ۔اے میرے حبیب ﷺ ہر

طلوع ہونے والا سورج تیرے لئے بہت سی مشقتیں لے کر آتا ہے۔ کتنی عجیب گواہی ہے اللہ کریم فرماتے ہیں میں جانتا ہوں کل پھر جو سورج طلوع ہوگا اُس میں تجھے کتنی مشقت اٹھانا ہے۔ کتنی محنت کرنا ہے کتنی تکلیف برداشت کرنا ہے اس کے باوجود فرمایا ساری رات مت سویا کرو۔

نصفہ' اونقص منہُ قلیلاً اوزد علیہِ آدھی رات جاگیں اُس سے کم کرلیں۔ لیکن ساری رات میرے حبیب ﷺ سوتے نہیں گزاریں تھوڑی ہو یا زیادہ جاگیں ضرور عجیب پیارا انداز ہے فرمایا میں جانتا ہوں انسان کا میں خالق ہوں اس کی ضروریات کا خالق ہوں۔ اِن ناشئتہ الیل ھی اشدُ وطاً ٥ راتوں کو اٹھنا تھکے ہارے آدمی کا محنت مزدوری کر کے کام کاج کر کے تھک کر لیٹے ہوئے آدمی کا بہت مشکل ہے ان ناشئتہ الیل ھی اشدو طاً. اٹھنا بہت مشکل ہے۔ واقوم قیلاً. لیکن رات کی بات مزا دے جاتی ہے۔ اللہ کریم کو بھی یہ پسند ہے کہ جب سوئے ہوئے ساری دنیا غفلت میں ڈوب جائے تو میرے بندے مجھ سے باتیں کریں اُس وقت کی بات مزا دے جاتی ہے۔ خود اللہ کریم فرما رہا ہے۔ بات کا مزا آجاتا ہے۔ رات کو اٹھا کیجئے۔ ورتل القرآن. قرآن کو پڑھا کیجئے مزے مزے سے ترتیلاً مزے مزے سے ٹھہر ٹھہر کر سواد لے کر پڑھا کیجئے اور پھر فرمایا میرے حبیب ﷺ واذکر اسم ربک. اپنے پروردگار کے نام کی تکرار کیا کیجئے یعنی ذکر کی یہ تعین بھی فرما دی کہ میرا ذاتی نام جو ہے اُسے دہرائیں رب کے نام کا' رب کا نام تو اللہ ہے۔ اسم ذات تو صرف اللہ ہے تاکید کر دی کہ اللہ کو دہرائیں کتنی دیر دہرائیں فرمایا وتبتل الیہ تبتیلاً. اتنی بار میرے حبیب ﷺ دہرائیں کہ ذہن میں دل میں دماغ میں نگاہ میں اللہ ہی اللہ رہ جائے کائنات محو ہو جائے دنیا میں اللہ کے بعد اللہ کی کائنات میں صرف

ایک ہستی ہے جس کی کوئی مثال نہیں جس سا کوئی دوسرا نہیں جس کو سا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ پانا تو دوسری بات ہے سمجھ کوئی نہیں سکتا غالب نے زندگی میں شاید ایک ہی شعر مزے دار کہا ہے۔

کہ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
آں ذات پاک مرتبہ دان محمد است ﷺ

کہ ہم حضور ﷺ کی تعریف کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مرتبے کو جاننا اللہ کے بغیر کسی کی جرات ہی نہیں ہے کوئی اُن کو کیسے جانے گا جو بھی سمجھے گا وہ صرف یہ سمجھے گا کہ حضور ﷺ مجھ سے بہت بلند ہیں۔ کہاں تک آپ ﷺ کے منازل ہیں یہ تو اوپر والا جانے جو آپ ﷺ سے اوپر ہے اور آپ ﷺ سے اوپر صرف اللہ کی ذات ہے۔ مخلوق میں کوئی نہیں ہے اس کے باوجود ارشاد ہوتا ہے۔ واذکر اسم ربک۔ تو پھر تبلیغ مجھے ذکر سے کیسے مستثنیٰ کرے گی میرا اجہاد یا میں کہوں میں بہت محنت کر رہا ہوں تو یہ ساری چیزیں جب تک میں ذکر نہیں کروں گا یہ چیزیں جو ہیں ان میں اثر ہی نہیں آئے گا۔ بات دل تک جائے ہی گی نہیں۔ وہ ساری رسم ہی رہے گی میں آپ کو نیک کہہ دوں آپ مجھے نیک کہہ دیں گے لیکن جب عملی زندگی میں جائیں گے تو نہ آپ نیک ہوں گے نہ میں نیک ہوں گا۔ اس کے لئے وہی دل چاہیے اور اس دل کو روشن کرنے کے لئے حضور ﷺ کے فرائض نبوتؐ میں شامل کر دیا اللہ کریم نے فرائض نبوت جو قرآن حکیم نے شمار کئے وہ چار ہیں۔

یتلوا علیھم ایتہٖ. اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ کا حبیب ﷺ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اللہ کے کلام سے۔

ویزکیھم. اور اُن کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ ویعلمُھُم الکتب کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ والحکمتہ اور قرآن کی تفسیر اور مطالب تفاسیر اور حکمت' تو چہار گانہ فرائض نبوت ﷺ میں تعلیم و کتاب

وحکمت سے مقدم ہے اور اللہ کا رسول ﷺ لوگوں کے دلوں کو روشن کرے۔

اور حضور ﷺ نے اس طرح دل روشن کئے کہ ایک نگاہ میں جو سامنے گیا صحابی بن گیا اُس کا دل روشن ہو گیا اور قرآن نے گواہی دی کہ اُس کی کھال سے لے کر اُس کے دل تک ذاکر ہو گیا۔ صحابی کی خدمت میں جو بیٹھا تابعی بن گیا اُس کا وجود ذاکر ہو گیا۔ تابعین کے پاس جو پہنچا اُن کی صحبت میں بیٹھا اُس کا وجود ذاکر ہو گیا جو تب سے لیکر اب تک اہل اللہ نے عمریں صرف کر دیں اور اُمت محمد ﷺ کا بہترین طبقہ آپ کو اس لائن میں ملے گا۔

ے ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند

دنیا کے سارے شیر اسی زنجیر میں بندھے ہیں' اللہ کے ذکر کی زنجیر میں تو اب ہمارا حال یہ ہے کہ کچھ ساتھی اگر تبلیغ کرتے ہیں تو انہوں نے ذکر چھوڑ دیا اس لئے کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں کسی نے نماز شروع کی تو ذکر کا اہتمام نہیں کہ نماز فرض ہے یہ ہم بہانہ بنا لیتے ہیں کہ بھئی یہ بھی ذکر ہے لیکن اس کے ساتھ ذکر کا الگ سے حکم موجود ہے۔ ساری زندگی آپ کھانا کھاتے ہیں روٹی غذا نہیں ہے اُس کے ساتھ آپ کو سالن کی ضرورت کیوں پیش رہی ہے ساری زندگی آپ کو ایک سالن میسر ہوتا ہے۔ اُس پہ قناعت کیوں نہیں کرتے تین چار کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے کھانے سے پیٹ بھر گیا فروٹ کی ضرورت کیوں پیش آ گئی۔ ادھر تو کبھی کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ میں نے روٹی کھالی ہے فروٹ کی کیا تک بنتی ہے میں نے پانی پی لیا۔ کوک پینے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا کوئی نہیں کرتا تو پھر زیادہ سے زیادہ خوبصورت زیادہ سے زیادہ بہتر ایک چادر لے لو بدن ڈھک جاتا ہے لباس سینے کی کیا تک ہے۔ کیا ضرورت ہے اتنے پیسے سلائی پر خرچ کرنے کی کوئی نہیں کرتا ہر کوئی چاہتا ہے کہ بہتر سے بہتر ہو۔ اچھے سے اچھا ہو خوبصورت سے خوبصورت ہو' کھانا ہو' لباس ہو' گھر ہو۔ موٹر ہو ہم چاہتے ہیں زیادہ اچھی ہونی چاہئے۔ دین کے معاملے میں ہم بڑے قناعت پسند ہو جاتے ہیں۔ کہ جی بس پڑھ لیا نماز گزارا ہو رہا ہے کبھی دو پڑھ لیں کبھی تین پڑھ لیں۔ کبھی ایک پڑھ لی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

تو اس کے لئے جن لوگوں نے عمریں صرف کی ہیں انہوں نے بھی اپنے بزرگوں کے پاس بیٹھ کر عمریں لگا کر پوری روشنی حاصل کی جو سینہ اطہر رسول ﷺ سے چلتی ہے اور مومنوں کے دلوں کو روشن کرتی ہے اور ذاکر بناتی ہے یہ از خود نہیں ہوتا جب تک وہ تائید ساتھ نہ ہو تو بھئی یہ صرف تھیوری نہیں ہے۔ یہ ایک عمل ہے جو انعکاسی طور پر ہوتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کے سینہ اطہر سے ہوتا ہے۔ اب اُس میں مسلمانوں کو سب کو پتہ ہے۔ بیشمار سلاسل ہیں ذکر کے ہر سلسلے میں ذکر کرنے کا طریقہ تو مختلف ہوسکتا ہے اور اس لئے ہوسکتا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ نے کسی ایک طریقے پر پابند نہیں کیا سیدھا سا حکم دے دیا کھڑے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو۔ بیٹھے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو' لیٹے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو لیکن ہر حال میں۔

واذکُر ربک فی نفسک. اپنے رب کا ذکر اپنے دل میں کرو. خیفتہ مزے مزے سے لوگوں کو سنا کر نہیں لوگوں سے چھپا کر میری اور تمہاری بات حذن الجھر بغیر کسی شور کے بالغدو والاٰصال صبح وشام ہر وقت ولاتکن من الغٰفلین ۔کوئی لمحہ غفلت میں مت جانے دو کوئی زندگی کا کوئی لمحہ غفلت میں مت چھوڑو۔

تو آپ لوگوں نے اپنے طبائع مزاج آزمائے کسی نے زبان سے شروع کر کے دل پر لایا' کوئی تسبیح سے شروع ہوا دل پر لایا لیکن سب اللہ کے نام کو دل تک اور ذکر قلبی تک سب آئے۔ یہ اپنی اپنی قوت بھی ۔الحمدللہ اللہ کریم کا احسان ہے اللہ نے مجھے جس سلسلے کی خدمت کا

موقع بخشا ان میں مشائخ نے یہ کمال رکھا کہ یہ شروع ہی قلب سے کراتے ہیں تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے شروع ہی میں وہ قدم اٹھایا جو بڑی محنت کے بعد سارے سلاسل میں آتا ہے کہ لوگ دل پر خیال کریں۔ انہوں نے شروع سے آدمی کو کہہ دیا کہ دل پر توجہ کر کے ذکر کرو اور الحمدللہ دل جاری ہو جاتا ہے۔ ذاکر ہو جاتا ہے۔ جاگتے ہوئے' اٹھتے ہوئے' بیٹھتے ہوئے چلتے ہوئے ہر آن اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔ دل ذاکر ہوتا ہے تب جا کر بات بنتی ہے شریعت پر عمل چھوٹنے لگے تو اُسے احساس ہوتا ہے کہ میرا نقصان ہو رہا ہے فرشتہ نہیں بنتا آدمی سے گناہ ہو سکتا ہے۔ لیکن گناہ کی کڑواہٹ ملتی ہے اُسے تلخی محسوس ہوتی ہے۔ وہ توبہ کرتا ہے۔ نیکی کا لطف اور ذائقہ اُسے محسوس ہوتا ہے۔ اُس کا دل چاہتا ہے کہ نیکی کرنے کو اُسے ٹیسٹ محسوس ہوتا ہے جب دل زندہ ہوتا ہے تو اُسے یہ سارے ذائقے اور ٹیسٹ محسوس ہوتے ہیں۔

تو اس کا طریقہ یہ ہے الحمدللہ یہ ذکر خفی اور قلبی کہلاتا ہے شروع ہی قلب سے ہوتا ہے کہ جب سانس اندر لیا جائے کہ لفظ اللہ اس سانس کے ساتھ میرے دل کی گہرائی میں اُتر اجا رہا ہے۔ عمداً جب سانس کھینچیں تو خیال کریں کہ لفظ اللہ دل کی گہرائی میں اُتر گیا ہے جب خارج کیا تو تصور کریں کہ ھُو خارج ہوا اور ھُو کی چوٹ دل پر لگی تو ایک ردھم بن جاتا ہے۔

تھوڑی دیر مل کر اس طریقے سے ذکر کر لیتے ہیں پھر دعا کریں گے آپ سے اجازت چاہیں گے آپ کو اللہ پاک توفیق بخشے آپ اس کو سمجھ لیں۔ اس کو کرتے رہیں اس کو ایسا اپنائیں کہ اس کو چھوڑیں نہیں تبلیغ کو موقع ملے ضرور جائیں۔ حج پہ اللہ توفیق دے ضرور جائیں' جہاد کا موقع ملے اس سے بڑی کوئی سعادت نہیں۔ ہر کام سنت کے مطابق کریں جتنا ممکن ہو سکے لیکن ہر حال میں ذکر کو کرتے رہیں گے تو ان سب کاموں میں جان پیدا ہو جائے گی ذکر نہیں ہو گا دل ذاکر نہیں ہو گا تو رسم ادا ہوتی رہے گی۔ اُس میں وہ مزا نہیں آئے گا۔ بڑی سادہ سی سمپل سی بات ہے۔ اسلام کا صرف ایک شعبہ نہیں ہے یہ جو لوگ علماء آپس میں لڑتے ہیں یہ زیادتی کرتے ہیں' اسلام پوری زندگی کو لیتا ہے اُس میں ایک آدمی کسی بچے کو پڑھا رہا ہے دوسرا مزدوری کر رہا ہے۔ تیسرا کھیت میں ہل چلا رہا ہے چوتھا محاذ پہ جہاد کر رہا ہے تو چاروں مسلمان چار فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ساری قوت اسلام کی ہے اب وہ محاذ والا کھیت والے سے لڑے کھیت والا دکان والے سے لڑے' دکان والا مدرسے والے کو الزام دے تو یہ تو بات نہ بنی یعنی ہر آدمی ہر کام نہیں کر سکتا۔ ایک ساتھی تبلیغ کو وقت دے سکتا ہے۔ دوسرا کوئی لیکچر تیار کر کے کسی کو دے سکتا ہے تیسرا کسی کے ساتھ کام کرنے والے کو اللہ کا نام بتا دیتا ہے تو وہ سارا ہی دین کا کام ہے' جو جو بھی کر رہا ہے اُن سب کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے دین کی قوت بنے۔

اس کو مزید لوگوں میں بانٹنے کا سبب بن جائیں' دو اس جماعت کے' تین اُس جماعت کے' چار اُس کے ہیں تو یہ تو کوئی مزے کی بات نہ ہوئی غلطی بھی ہو تو مسلمان بھائی کی غلطی کو برداشت کرنا چاہئے فرشتہ تو کوئی نہیں ہے مجھ سے بھی ہو سکتی ہے آپ سے بھی ہو سکتی ہے کسی اور سے ہو گئی اس لئے برداشت کر لینا چاہئے کہ کل مجھ سے بھی ہو سکتی ہے اصلاح کی کوشش پیار سے محبت سے کرنا چاہیں تو اُسے بھی سمجھا سکتے ہیں اُس کے لئے دعا بھی کر سکتے ہیں اور اُس سے اپنے لئے دعا کرا بھی سکتے ہیں اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق دے اب تھوڑی دیر پانچ چار منٹ ذکر کرتے ہیں پھر دعا کر کے آپ سے اجازت لیں گے۔

وآخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

آدابِ لطائف

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

ہر کام خواہ وہ کسی شعبے سے متعلق ہو اس میں ایک قانون ہے کہ اگر اس کو اس کے صحیح طریقے اور ڈھنگ کے مطابق کیا جائے تو وہ کام نسبتاً بہتر بھی ہوتا ہے اور آسانی سے بھی اور اگر طریق کار میں کچھ تھوڑا سا نقص یا تبدیلی ہو جائے تو وہ لمبا بھی ہو جاتا ہے اور مشکل بھی اور پھر اس پائے کا ہو نہیں پاتا جس پائے کا اسے ہونا چاہیے۔

یہ جو اللہ کریم نے آپ احباب کو توفیق دی ہے اور آپ ذکر کرتے ہیں اور راہ سلوک پہ گامزن ہیں تو اس میں بھی چاہیے کہ ذکر کا جو سلیقہ ہے قاعدہ ہے اسے مدنظر رکھا جائے۔ باقی سلاسل زیادہ زور خلوت پر دیتے ہیں، خاموش رہنے پہ دیتے ہیں، زیادہ بیدار رہنے پہ دیتے ہیں، لوگوں سے کم میل جول رکھنے پہ زور دیتے ہیں، کھانا پینا کم ہو، قلت طعام، قلت کلام اور قلت اختلاط اور انخلاط الانام۔ لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بات کرنا کھانا پینا کم ہو۔ ذکر زیادہ وقت کرتے رہنا اور ہر وقت ایک طرف متوجہ رہنے سے کچھ برکات پیدا ہوتی ہے لیکن اس سلسلہ عالیہ میں اگر چہ یہ چیزیں بھی بہت زیادہ معاون اور بہت زیادہ معین ہیں لیکن اتنا زور ان پر نہیں دیا جاتا جتنا زور کثرت ذکر پر دیا جاتا ہے۔ تو بے شک کھائے پیئے آرام بھی کرے۔ آرام کے وقت میں لیکن جب ذکر کرے تو پوری محنت اور پوری توجہ سے کرے۔

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ تعوذ و تسمیہ کے بعد جب آپ ذکر شروع کرتے ہیں تو پہلا لطیفہ اس طرح سے کریں کہ آدم علیہ السلام کا مقام جو آسمان اول پر ہے اور جس پر سے انوار اس لطیفے پہ آتے ہیں اس کے ساتھ ذہناً ربط پیدا ہو جائے اور آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ اللہ ھو ہر ھو کے ساتھ پہلے آسمان سے زرد رنگ کے انوارات میرے قلب پر برس رہے ہیں اور ہر سانس میں بدن کی تھوڑی سی حرکت کے ساتھ دماغ کی پوری قوت ہو اور پوری توجہ سے ھو کی چوٹ لگ رہی ہو لطیفہ قلب پر اور اس کے ساتھ جس قدر ممکن ہو اتنی تیزی سے سانس لیا جائے یہ جو قاعدہ ہو گیا ہے ناہم گزارہ کرتے ہیں اس میں گزارہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس میں اتنی محنت آدمی کرے کہ وہ تھک جائے ٹوٹ جائے اسے تکلیف ہو۔ مجاہدہ جو ہوتا ہے اس میں آرام مقصود نہیں ہوتا اسے مجاہدہ کہتے ہیں اس لئے ہیں کہ کوئی کام ٹوٹ کر کیا جائے۔ پورے زور سے پوری کوشش سے پوری توجہ سے کیا جائے۔

مجاہدہ جہد سے مشتق ہے اور جہد کا معنی ہے بہت زیادہ محنت کرنا۔ اپنی پوری کوشش صرف کر دینا بعض لوگ نہ سمجھتے ہوئے نہ جانتے ہوئے اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ذکر سانس سے یا ناک سے کیوں کیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ناک سے ذکر کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ذکر تو دل سے ہوتا ہے ناک سے یہ جو زور زور سے سانس لی جاتی ہے تو اس سے انسان کے وجود کے اندر ایک حدت پیدا ہوتی ہے وہ بھڑکتی ہے اور یہ سبب بن جاتی ہے اس مادی وجود میں انوارات کو قبول کرنے کا اور ان کے قیام کا تو اس میں یوں بھی ہوتا ہے کہ آپ لطیفہ قلب کر رہے ہیں تو کرتے کرتے کبھی اتفاقاً کھانسی آ گئی، چھینک آ گئی، سانس ٹوٹ گیا تو پچھلے انوار منقطع ہو جاتے ہیں پھر آپ جب شروع

کریں تو آپ محسوس کریں گے جیسے آدمی نئے سرے سے شروع کر رہا ہو۔ تو اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کرے ساتوں لطائف پر سانس نہ ٹوٹے۔ آدمی مسلسل چلتا چلا جائے۔ اسی طرح جب دوسرے لطیفے پہ منتقل ہوتا ہے اسی سانس کو مسلسل اللہ ھو اللہ ھو اللہ اِدھر سے کھینچی ہے تو ھو دوسرے لطیفے پہ لگائے اور یہ خیال کرے کہ پوری قوت سے انوار جتنی شدت سے پیدا ہوئے تھے وہی دوسرے لطیفے پہ منتقل ہو گئے ہیں اور دوسرے آسمان کے ساتھ میری توجہ متعلق ہو گئی ہے جہاں حضرت نوح حضرت ابراہیم علیہم السلام تشریف رکھتے ہیں اور سرخ سنہری رنگ کے انوارات پوری تیزی سے پورے جوش سے پوری قوت سے میرے اس لطیفے پہ آ رہے ہیں اور کوشش یہ کی جائے کہ سانس نہ ٹوٹے' زبان نہ کھلے' سینے میں جب ابال پیدا ہوتا ہے' جب حدت پیدا ہوتی ہے تو آپ منہ سے ایک دفعہ اللہ بھی کہہ دیں تو وہ ساری نکل جاتی ہے جس طرح آپ پریشر ککر کا ایک دفعہ ڈھکنا ہٹا دیں تو سارا پریشر جو اس میں بند ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے بالکل اسی طرح۔

تو سوائے ان لوگوں کے جو ذکر کرا رہے ہوتے ہیں یا جن کی مجبوری ہوتا ہے بولنا۔ بولنے سے اجتناب کیا جائے۔ مسلسل سانس چلتا رہے اسی طرح تیسرے لطیفے پہ جب آئیں تو بھی اللہ یہاں سے کھینچنی ہے تو ھُو' کی چوٹ اس لطیفے پہ لگے اور اپنی توجہ کو لے جائے تیسرے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے فیوضات ہوتے ہیں' اس پر سفید رنگ کی روشنی ہوتی ہے۔

صاحب مشاہدہ حضرات دیکھتے جائیں ساتھ کس طرح انوارات آتے ہیں۔ کس طرح تیزی سے وارد ہوتے ہیں اور کتنے زور سے آبشار کی طرح گرتے ہیں۔ اسی طرح چوتھے لطیفے پر اسی سانس کو منتقل کرنے کی کوشش کرے یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے انوار ہوتے ہیں۔ گہرے نیلے رنگ کے انوار ہوتے ہیں اور اسی طرح پانچویں لطیفے پر بھی انوارات پانچویں آسمان سے آتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے انوار ہوتے ہیں۔ گہرے سبز رنگ کے پانچواں لطیفہ جب کرے تو یوں کرے کہ باقی چاروں لطیفوں کی کمی بھی پوری ہو گئی ہے' پورا سینہ منور ہو گیا ہے۔ جس قدر قوت کے ساتھ حرکت کر کے ساتھ آدمی آسانی سمجھتا ہے یا جس طرح سے بھی پوری قوت سے سانس لے جتنی بھی اس میں قوت ہے۔

اسی طرح چھٹے اور ساتویں لطیفے پر تجلیات باری ہوتی ہیں نہ ان کا پتہ چلتا ہے یہ آ کہاں سے رہی ہیں اور نہ سمجھ آتی ہے جا کہاں سے رہی ہیں اس طرح سے جس طرح آسمان پر بجلی چمک جاتی ہے جس طرح برق گرتی رہتی ہے انوارات ہوتے ہیں نہ ان کے رنگ کی تعین ہو سکتی ہے نہ ان کی کیفیات کی۔

تو ساتوں لطائف کرنے کے بعد پوری قوت کو پوری توجہ کو پہلے لطیفے پہ لے جائے اور پورے زور سے کرے اور یہ بھی خیال رہے کہ لطائف کے دوران غفلت نہ آئے۔ ہوش رہے سوچ زندہ رہے اور آدمی اگر کوشش سے پوری قوت سے لطائف کرے تو غفلت نہیں آتی ۔غفلت تب آتی ہے جب آرام سے آہستہ آہستہ شروع کر دے تو پھر اونگھ آنا شروع ہو جاتی ہے یا غنودگی سی طاری ہو جاتی ہے۔ لطائف میں اسی غنودگی یا اونگھ کا آنا حضر ہے۔ فائدہ مند نہیں ہے۔ لطائف کے بعد جب بیٹھتا ہے آدمی تو خیال یہ کرے جسم سے توجہ ہٹا لے۔ مٹی کا ایک ڈھیر تھا جل گیا خاک سیاہ ہو گیا' ذکر الٰہی میں فنا ہو گیا۔ صرف قلب کی طرف توجہ ہو جائے کہ یہ زندہ ہو گیا ہے اور اس کی ہر دھڑکن میں اللہ ھُو' موجود ہو اور اتنی قوت سے ہو کہ قلب سے اللہ اٹھے تو ھو کی ٹکر عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ اس کو رابطہ کہتے ہیں جب دل سے اٹھنے والے انوارات عرش کے ساتھ مضبوطی سے پہنچ

جائیں عرش تک' احدیت تک تو اسی کو رابطہ کہتے ہیں یہ رابطہ جو ہے یہ روح کے سفر کا راستہ بنتا ہے۔ انہی انوارات کی قوت روح کو کھینچ کر احدیت پر لے جاتی ہے تو پھر جب احدیت کی طرف توجہ ہو تو پھر زمین آسمان وجود کا خیال چھوڑ دے اور اپنے آپ کو وہاں دیکھے روح کا بالکل وہی حلیہ قد و قامت وہی لباس ہوتا ہے جو آپ نے یہاں بظاہر پہن رکھا ہوتا ہے بالکل عکس ہوتا ہے انسانی وجود کا اس پر اپنے آپ کو کوشش کرے وہاں دیکھنے کی یا کم از کم واضح مشاہدہ ہو تو مقام بھی نظر آتا ہے اپنا وجود بھی' دوسرے احباب بھی۔ اگر اتنا واضح نہ ہو تو بعض لوگوں کو اپنی روح نظر آتی ہے مقام نظر نہیں آتے۔ بعض لوگوں کو نہ روح نظر آتی ہے اور نہ مقام۔ صرف وہاں کی روشنی نورانیت اور انوار نظر آتے ہیں تو کسی بھی طرح سے نظر آئے یا پھر ایک وجدانی کیفیت کم از کم ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ دل مطمئن ہو جاتا۔ اس بات پر کہ واقعی اس مقام پر میں کھڑا ہوں۔ اسی طرح ان مقامات و مراقبات کا صرف مشاہدہ نہیں ہوتا ان کے اثرات عملی زندگی پہ مرتب ہوتے ہیں جس طرح حضرت حافظ صاحب نے ''تصوف اور تعمیر سیرت'' میں لکھ دیا ہے اچھا ہے کہ اسے احباب بار بار پڑھا کریں دہرایا کریں۔ پتہ چلے کہ ان مراقبات کا عملی زندگی کیساتھ کیا تعلق ہے اگر عملی زندگی متاثر نہ ہو رہی ہو اس میں وہ شے نہ ہو تو مراقبات کے ہونے کا کوئی اعتماد نہیں ہے کوئی یقین نہیں ہے بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ شیخ کی قوت کے ساتھ لگے بندھے آدمی کسی مقام پر چلے گئے۔ لیکن اگر وہ مقام اس کا اپنا حال نہ بن جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا کہ کب شیخ سے دور ہوں اور کب ہر شے چلی جائے مقام وہی معتبر ہے جو حال بن جائے انسانی زندگی کو اس کے عقائد کو اس کی سوچ کو اس کے کردار کو متاثر کرے۔ آپ دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مقام صحابیت پہ فائز ہوئے تو صرف مقام صحابیت پر فائز ہونا ہی نہ رہا بلکہ وہ صحبت پیامبر ﷺ اور مقام صحابیت ان کی عملی زندگی کو کس شدت سے متاثر کر گیا ان لوگوں کی سوچ ان کے ارادے' ان کی خواہشات جو ہیں وہ مثبت انداز میں کتنی تبدیل ہوئیں۔ کہاں سے کہاں چلی گئیں۔ اسی طرح صوفی کو چاہئے کہ اپنے احوال اور اپنے خیالات کو جانچتا رہے اور جو مراقبہ بھی اسے نصیب ہو اس کی کیفیات کو اس کی واردات کو اپنی عملی زندگی پہ دیکھے تا کہ وہ مراقبہ اس کا حال بن جائے۔ خداوند عالم حاضر و غائب تمام احباب کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً توفیق ارزاں فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ماخوذ از ''ماھنامہ المرشد'' اگست 1987ء

اطلاع

آڈیو کیسٹس ....ویڈیو سی ڈیز

لاہور سے آڈیو کیسٹس اور ویڈیو سی ڈیز کی ڈاک کے ذریعے سے سپلائی کا باقاعدہ آغاز ہو گیا ہے۔ احباب منی آرڈر یا کسی دوسرے طریقہ سے رقم بھجوا کر اپنی ضرورت کے مطابق آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز منگوا سکتے ہیں۔ اگر احباب کو آڈیو کیسٹس یا ویڈیو سی ڈیز کے متعلق کوئی شکایات ہوں یا تجاویز بھجوانا چاہیں تو وہ بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

رحمت اللہ ملک۔6- مزنگ روڈ لاہور

فون نمبر 042-7310974-5

موبائل 0333-4363022

ذکر و معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ حصول معرفت کا ذریعہ اگر ذکر ہے تو معرفت کا ماحصل بھی ذکر ہے۔ جب معرفت باری کا کوئی شمہ نصیب ہو جائے تو عظمت باری مستحضر ہوتی ہے اور آدمی اپنی بے بسی اور محتاجی کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اپنے وجود، اپنے کمالات، اپنے اعزازات سب اللہ کی عطا کے مختلف مناظر بن کر سامنے آتے ہیں جو کثرت ذکر کا سبب بن جاتے ہیں۔ جیسے بیج درخت کے اگنے کا سبب بھی ہے اور اس کے پھل کے اندر پھر بیج ہی حاصل ہوتا ہے اسی طرح ذکر ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی، یہ تخم بھی ہے اور ماحصل بھی لہٰذا اللہ کے احسانات کے پیش نظر کثرت سے ذکر کرو۔

کنز الطالبین

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔کے ہوزری پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

کامیاب زندگی کے تین اُصول

حافظ عبدالرزاق
☆ .... چکوال

من اکل طیباً وعمل سنتہٍ وامن الناسُ بوأیقہ' دخَلَ الجنتہO

''جس نے پاک رزق کھایا اور سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہے جنت میں داخل ہوگا''

اس مختصر حدیث میں تین اوصاف کی جو ترتیب رکھی گئی ہے وہ بجائے خود حکمت کا خزانہ ہے۔

زندہ رہنے کے لئے انسان کو جو جدوجہد کرنی پڑتی ہے اس کی وسعت اور شدت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے مختصر یہ ہے کہ اس کے جسم کے اعضا اس کا وہ اسلحہ ہے جن کے ذریعے وہ کشمکش حیات میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ ان اعضا سے کام لینے کے لئے قوت درکار ہے ایک اپاہج اور مفلوج انسان کے اعضا تو موجود ہوتے ہیں مگر ان میں کام کرنے کی قوت نہیں گویا اصل چیز تو قوت ہوئی یہ قوت کیسے پیدا ہوتی ہے یا قائم رہتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ قوت غذا سے پیدا ہوتی ہے جبھی تو انسان ایسی خوراک تلاش کرتا ہے جو غذایت سے بھرپور ہو کھاتے پیتے لوگ ڈھونڈ ڈھونڈ کے مقوی غذائیں کھاتے ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ زندگی کی ساری رونق اور گرما گرمی غذا ہی پر موقوف ہے۔

انسان مرکب ہے روح اور جسم سے جس طرح غذا میں ایک عنصر مادی ہے جس کا اثر بدن کی تعمیر پر پڑتا ہے اسی طرح غذا کا ایک پہلو روحانی ہے اور اس کا اثر انسان کے باطن یا اس کی روح پر پڑتا ہے اور اصل پہلو یہی ہے اگر انسان کا باطن بگڑا ہوا ہو تو اس کے ظاہری اعمال اسی بگاڑ کا مظہر ہوں گے اس کے اندر نیکی اور بھلائی کی تحریک ہی نہیں ہو سکتی۔ وہ قوت اس کے اعضاء سے ایسے کام کرائے گی جس سے اس کی شخصیت بھی داغدار ہوگی اور معاشرے کے لئے اس کا وجود مستقل عذاب ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے اسی مصدر عمل سے بیان شروع فرمایا کہ غذا کے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے اور غذا کا جو اثر تمہارے باطن یعنی اصل انسان پر پڑتا ہے تو غذا ایسی انتخاب کرو جو طیب ہو طیب ہونے کے لئے جو دو چیزوں کی ضرورت ہے اول یہ کہ حلال ہو اور حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو۔ دوسرا یہ کہ پاک ہو نجس نہ ہو اس امر کا امکان بھی ہے کہ حلال ہو مگر پاک نہ ہو اس میں کوئی نجاست حقیقی یا حکمی پائی جا سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پاک تو ہو مگر حلال ذریعے سے حاصل نہ کی گئی ہو اس لئے طیب غذا وہی ہے جس میں یہ دونوں وصف پائے جائیں۔ حرام اور ناپاک غذا سے جو قوت پیدا ہوگی وہ ناجائز یا مشتبہ یا لایعنی کاموں میں صرف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور طیب غذا کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے جو قوت حاصل ہوگی وہ ایسے کاموں کی تحریک ارادہ اور عزم پیدا کرے گی جو فرد کی شخصی زندگی کے لئے بنیادی طور پر بالخصوص اور معاشرے کے لئے نتیجتاً اور بالعموم مفید اور تعمیری ثابت ہوتے ہیں۔

طیب غذا سے کام کی ابتدا تو اچھی ہوگی کہ اس سے پیدا شدہ قوت نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف ہوگی مگر نیکی یا بھلائی کا معیار کیا ہے

ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ایک کام کو نیک یا مفید سمجھتا ہے اور دوسرے کی رائے اس سے مختلف ہے اس لئے کوئی معیار ہونا چاہئے ورنہ انسان پورے وثوق اور اطمینان سے کوئی کام نہ کر سکے گا لہذا فرمایا کہ طیب غذا سے موزوں کام لینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سنت نبوی کے مطابق ہو، حضور ﷺ کی زندگی تو اس درجے کی معیاری زندگی ہے کہ خود رب محمدؐ نے پوری انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لئے اعلان فرمادیا کہ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه، یعنی تمہیں کامیاب اور عنداللہ مقبول زندگی بسر کرنے کے لئے نمونہ درکار ہو تو میرے محمدؐ کی زندگی میں تلاش کرو۔ اتباع سنت کا طریقہ بڑا آسان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی دیکھو اور کسی جھجک کے بغیر اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہو۔ اگر اس کی اہلیت نہیں تو جو کام کرنے لگو میرے نبی سے پوچھ لیا کرو کہ کام تو نیک ہے مگر اس کے کرنے کا طریقہ اور سلیقہ آپ ہی بتائیں حضورؐ کے پہلے شاگردوں میں دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے تھے کچھ وہ تھے جو اشارہ نبوی ﷺ سے بات پالیتے تھے۔ وہ ایسے مزاج شناس رسول تھے کہ حضورؐ کی پسند ناپسند کی تحریر حضورؐ کے رخ انور سے ہی پڑھ لیا کرتے تھے کچھ ایسے تھے جو پوچھے بغیر ایک قدم نہیں چلتے تھے۔

بنا کروند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدند
خدا رحمت کندا یں عاشقان پاک طینت را

خلاصہ یہ ساری خوبی اور ساری نیکی اور تمام بھلائی صرف سنت نبوی میں ہے اور سنت کے خلاف یا اس میں ترمیم تنسیخ کر کے جو کام کیا جائے اس میں بھلائی کی توقع رکھنا ہی حماقت ہے۔

نیکی نام ہی اس فعل کا ہے جو اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل ہو اور تعمیل بھی اس طریقے سے ہو جو نبی کریمؐ نے اختیار کیا یا سکھایا یا پسند فرمایا گویا حدیث کے پہلے حصے میں حقوق نفس کی نگہداشت کا گر سکھادیا اور اس حصے میں حقوق اللہ ادا کرنے کا سلیقہ بتادیا۔

انسان فطرتاً ہم جنسوں کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ معاشرے سے کٹ کر جنگلوں اور غاروں میں تنہائی کی زندگی بسر کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہے ہر معاشرے کے افراد کے مزاج مختلف ہوتے ہیں پسند وناپسند کا معیار جدا ہوتا ہے اس وجہ سے اختلاف رائے کا پایا جانا قدرتی بات ہے اس اختلاف کی کئی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں بعض افراد اپنی رائے کے خلاف کوئی رائے برداشت ہی نہیں کر سکتے یہ نہیں کہ وہ عقل کل ہوتے ہیں بلکہ یہ صورت ان کے باطن میں چھپے ہوئے کبر کی علامت ہوتی ہے پھر صرف یہ نہیں کہ ذرا سا خون کھولا اور بات آئی گئی ہوگئی بلکہ اس اختلاف رائے کی عدم برداشت کا جذبہ پھر مخالفت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ سلسلہ اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ آدمی اپنے مخالف کو جانی اور مالی نقصان پہنچانے کی سکیمیں بناتا ہے بلکہ عزت وآبرو پر حملہ کرنے کے درپے ہو جاتا ہے یہ بگاڑ اور فساد متعدی ہو کر پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

اس قسم کی صورت حال کا پیدا ہونا محض فرضی نہیں ہے بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے تو حدیث کے تیسرے جزو میں حضور اکرم ﷺ نے حقوق العباد کے سلسلے میں کم سے کم جو معیار دیا ہے وہ ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ وامن الناس بوائقه یعنی لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں اس معیار کو کم سے کم کہنے سے میری مراد یہ ہے کہ اصل شرف انسانیت تو یہ ہے کہ انسان دوسروں کے کام آئے ان کی جان مال عزت وآبرو کا محافظ ہو اگر اس بلندی پر نہ پہنچ سکے تو کم از کم اتنا تو کرے کہ اس کی زبان یا ہاتھ سے دوسروں کو کوئی ذہنی، جسمانی یا مالی گزند نہ پہنچے اور اس کی عملی زندگی سے دوسروں کو عملاً یہ محسوس ہو کہ اس شخص کا وجود ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے یہ اصول ایسا قیمتی

ہے کہ اگر صرف اسی کو پیش نظر رکھا جائے تو معاشرے کی تمام برائیاں ختم ہوسکتی ہیں اور سماجی برائیوں کے انسداد کے لئے ایک مستقل محکمہ وجود میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ یہ تینوں کام خاصے محنت طلب ہیں اور انسان فطرۃً محنت کا صلہ چاہتا ہے تو آخر میں فرمایا کہ اس محنت کے بدلے میں جنت ملے گی مگر جنت کا مشاہدہ تو کسی نے کیا نہیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ کیسے ہو تو اس حقیقت کو باری تعالیٰ نے ایک اور انداز سے بیان فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کامیابی کا متوالا ہے خواہ وہ کسی طبقے کا ہو کسی ملک کا ہو۔ کامیاب انسان بننا پسند کرتا ہے اگر اسے اپنی کامیابی کا یقین ہو جائے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فمن زحزح عن النار وادخل الجنته فقد فاز** . یعنی جو شخص جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخلہ مل گیا وہ کامیاب ہے رب العالمین کی طرف سے یہ اعلان کوئی معمولی بات نہیں دیکھئے طالب علم امتحان دیتے ہیں پرچے بڑے تسلی بخش ہوتے ہیں مگر اس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک یونیورسٹی یا بورڈ کی طرف سے کامیابی کا اعلان نہ ہو جائے اور جب اُدھر سے اعلان ہو جاتا ہے تو لوگ ہزار کہیں یہ بڑا نالائق ہے وہ مطمئن ہوتا ہے کہ یونیورسٹی کی طرف سے کامیابی کا اعلان ہو گیا ہے لوگوں کی باتوں کو وہ مطلق خاطر میں نہیں لاتا۔

اسی طرح طیب غذا کھانے سے سنت پر عمل کرنے سے ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں وہ خود نکو بن جائے اور واقعی آدمی نکو بن جاتا ہے مثلاً جو لوگ رشوت غبن وغیرہ سے مال جمع کر کے کوٹھی پر **ھذا فضل ربی** کا کتبہ نہیں لگاتے تو لوگ انہیں بزدل ہونے اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں اور سنت پر عمل کرنے سے لوگ رجعت پسند اور دقیانوسی کی پھبتیاں کستے ہیں اور دوسروں کو ایذا نہ پہنچائے تو لوگ کہتے ہیں اللہ میاں کی گائے ہے۔ ایسی باتیں سن کر قدرتی طور پر انسان کو اپنی کمزوری یا ناکام زندگی کا احساس تو ہوتا ہے تو اس احساس کو ختم کرنا ضروری تھا۔

چنانچہ قربان جائیے محسن انسانیت ؐ کی رحمت اللعالمینی پر کہ اس احساس کو پیدا ہونے سے بچالیا اور اعلان فرمایا۔

''کہ ظاہر پرستوں کی باتوں پر نہ آؤ ہمارا اعلان سنو ہم ضمانت دیتے ہیں کہ تمہیں اس محنت کے صلے میں جنت میں داخلہ ملے گا''۔

اور اس سے بڑی کامیابی کیا ہے جسے احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین کامیابی قرار دے۔

اس مختصر سی حدیث میں حضور اکرم ؐ نے کامیاب زندگی کا گُر بتا دیا کہ حقوق النفس، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھو تمہاری کامیابی کی ہم ضمانت دیتے ہیں۔

اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

جو احباب ماہنامہ المرشد کے سالانہ خریدار بننا چاہیں وہ بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس پر مبلغ =/250 روپے روانہ کریں۔

دفتر ماہنامہ المرشد

اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن لاہور

فون 042-5182727 موبائل 0333-4366973

(نوٹ) درج بالا ایڈریس کے علاوہ کسی اور جگہ روپے بھجوانے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

بچوں کی تربیت کیسے کی جائے

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی
ایم اے ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی

مسلم اُمہ مغرب کی ثقافتی یلغار میں جکڑی ہوئی ہے۔ اہل مغرب اور دیگر آزاد خیال ممالک کی زبردست ثقافتی یلغار ہمارے لئے تباہ کن ہے۔ یہ صورت حال ہمارے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس وقت ہمارا معاشرہ باہر کی ہواؤں سے بُری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اسکولوں اور کالجوں کی فضا خطرناک اور زہریلی ہے۔ نئی نسل تباہ ہو رہی ہے بچوں کی بطرز احسن گھریلو تربیت کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی فکر کی بنیاد قائم ہو۔

سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کیسی کریں؟ علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ سیرت النبیؐ کی جلد ششم کے صفحہ پر ۹۸ پر رقمطراز ہیں۔

''آنحضرتﷺ کی بعثت تعلیم اور تزکیہ کے لئے ہوئی، یعنی لوگوں کو سکھانا اور بتانا اور نہ صرف سکھانا بلکہ عملاً ان کو اچھی باتوں کا پابند اور بری باتوں سے روک کر آراستہ پیراستہ بنانا''۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

''وہ (رسولؐ) ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا اور پاک وصاف کر کے نکھارتا ہے۔'' (بقرہ ۱۵۱)

جسمانی نشوونما کے بعد اولاد کی باطنی اور روحانی تربیت کا درجہ ہے سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۶ میں ارشاد ہے۔

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ''۔

خاندان کے بزرگ کا فرض ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ اس سے مقصود ان تمام برائیوں اور خرابیوں سے حفاظت ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہیں گھر کے سربراہ یعنی والدین پر اپنی اولاد کی اخلاقی تربیت، دینی تعلیم اور نگہداشت کا فرض عائد کیا گیا ہے۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس ایک غریب عورت سائل بن کر آئی اس کے ہمراہ اسکی دو کمسن بچیاں تھیں۔ کاشانہ نبویؐ میں ایک کھجور کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک کھجور اُس عورت کو دی۔ اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں بچیوں کو دیئے۔ اُم المومنینؓ اس غریب ماں کی محبت دیکھ کر متاثر ہوئیں اور سارا واقعہ حضور اکرمﷺ کو بیان فرمایا۔ حضورﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا۔

''جب کسی کی لڑکیوں کو کوئی مصیبت پیش آئے اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے تو دوزخ کی آگ سے اس کے لئے آڑ بن جائیں گے''۔ نیز فرمایا ''جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ عمر تمیز کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن ان کا یہ رتبہ ہوگا کہ وہ اور میں (دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا) اس طرح ملے ہوں گے''۔

(صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلتہ باب فضل الاحسان البنات)

بچوں کی تربیت اخلاقی سطور پر ہو تو وہ قوم و ملت کا بہترین سرمایہ اور دینی اسلام کے سپاہی بن سکتے ہیں۔ مغرب کے سکالرز سیگمنڈ فرائڈ،

پیاجے، شیلڈرن سٹاف اور ہربرٹ شوارڈز سے لیکر اریکسن تک اس بات پر متفق ہیں کہ بچپن کی تربیت کے اثرات بچے کی ساری زندگی پراثر انداز ہوتے ہیں۔ اچھی تربیت ہوگی تو اچھے اثرات ہوں گے بُری تربیت کے اثرات بھی بُرے ہوں گے۔

تربیت کے اسلامی اصول

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مضمون ''بچوں کی گھریلو تربیت کا اہتمام کیجئے'' میں تعمیر شوقیت و کردار کے اسلامی اصول اور طریقے بتائے ہیں۔ یہ طریقے قرآن اور سنت کی روشنی میں درج ہیں ان کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے ماہنامہ الاشراف، کراچی اگست ۱۹۹۴ء صفحات ۸۴-۸۰)

اب میں ان اصولوں اور طریقوں کی فہرست درج کرتا ہوں تا کہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ تیار ہو سکے۔

(1) رضاعت وفضانت اولاد کا حق ہے۔ ماں اپنے بچوں کو دو سال تک اپنا دودھ پلائیں۔ ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں' یہ مدت ان کے لئے جو چاہے کہ رضاعت کی مدد پوری کرنے اور لڑکے والے (باپ) پر ان دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق واجب ہے۔''

اگر ماں بیمار ہے تو نیک بخت اور دیندار عورت کا دودھ بچے کو پلایا جائے۔ نومولود بچے کے کانوں میں اذان دینا دراصل بچے کی تربیت کا آغاز ہے جب نیک مائیں دودھ پلائیں گی تو دودھ کے اثرات اس بچے کے خون اور جسم میں رچ جائیں گے۔

2- بچے سیانے ہوں تو انہیں کلمہ طیبہ سکھایا جائے۔

3- بچوں کو ضروری آداب کی تعلیم دی جائے۔

4- انہیں سلام کرنے کی تلقین کی جائے۔

5- انہیں مرغوب چیزیں کھلائیں تا کہ لالچی اور ضدی نہ بنیں۔

6- بچے اشیاء تنہا نہ کھائیں بلکہ دوسروں میں بھی تقسیم کریں۔

7- بچوں کو جھوٹ سے نفرت دلائی جائے۔

8- انہیں پردہ اور حیا کی تعلیم دی جائے۔

9- غلطی کریں تو معافی مانگیں۔

10- انہیں تکبر سے نفرت دلائی جائے۔

11- لڑکے اور لڑکیاں ایک جگہ نہ کھیلیں۔

12- والدین بچوں کے سامنے نامناسب گفتگو نہ کریں۔

13- فضول ہنسی سے نفرت دلائی جائے اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

14- اگر بچے کھیلیں تو خاندان کا بزرگ ان میں موجود رہے تا کہ بہتر نگرانی ہو سکے۔

15- بچے علما اور مشائخ کی مجالس میں شریک ہوں بزرگان دین کی توجہ اور صحبت سے بچے فیض یاب ہوں گے۔

16- مکتب میں شفیق معلم سے تربیت حاصل کریں۔

17- لڑکیاں زنانہ مکتب میں پڑھیں۔

18- بچوں کو قرآن حکیم حفظ کروایا جائے یا پھر کم از کم ناظرہ قرآن حکیم کی تعلیم دی جائے۔

19- عورتیں بالخصوص مائیں بچوں کو خوفناک چیزوں سے نہ ڈرائیں اس طرح بچے بزدل ہو جاتے ہیں۔

20- خوراک کے اوقات مقرر ہوں۔

21- بچوں کی حفظان صحت کا خیال رکھا جائے

22- بچوں کا بناؤ سنگار زیادہ نہ ہو۔

23- لڑکے بال نہ بڑھائیں۔

24- لڑکیوں کو زیور نہ پہنایا جائے یہ ان کے لئے خطرہ جان بھی ہو

سکتا ہے اور اس سے ان میں دولت کی لالچ پیدا ہو سکتی ہے۔

25- بچوں کو زیادہ کھانا نہ کھلایا جائے۔

26- لڑکا سفید کپڑے پہنے۔ اُسے رنگین اور پر تکلف کپڑوں سے متنفر کیا جائے۔

27- جب غریبوں کو کھانا کھلایا جائے تو بچوں کے ہاتھوں سے کھانا تقسیم کرایا جائے تاکہ وہ سخی اور غربا کے ہمدرد بنیں۔

28- لڑکی مناسب کپڑے پہنے۔

29- بچے چلا کر بولیں تو انہیں منع کیا جائے۔

30- بچوں کو بُری صحبت اور خطرات سے بچایا جائے۔

31- بچوں کو رذائل سے نفرت دلائی جائے مثلاً غصہ، حسد، جھوٹ، چوری، چغلی وغیرہ۔

32- بے جا پیار اور لاڈ بچوں کو بگاڑ دیتا ہے۔

33- غلطیاں کریں تو پیار سے سمجھایا جائے۔ باز نہ آئیں تو مارا جائے۔

34- صبح جاگنے کی عادت ڈالی جائے۔

35- بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کی عادت ڈالی جائے۔

36- بچوں کو دیندار اساتذہ سے پڑھوایا جائے۔

37- بچوں کو نیک لوگوں کی حکایتیں سنائی جائیں۔

38- بچے دینی لٹریچر پڑھیں فضول لٹریچر نہ پڑھنے دیا جائے۔

39- کھیلوں کی ترغیب دلائی جائے۔

..........☆☆☆☆..........

اِنا للہ و انا الیہ راجعون

☆ ......گوجرہ سے سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی غلام مصطفیٰ کے بڑے بھائی حاجی محمد حسین انتقال کر گئے ہیں۔

☆ ......لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد حنیف ولد محمد بوٹا وفات پا گئے ہیں۔

☆ ......اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالمجید کی خالہ جان وفات پا گئیں ہیں

☆ ......مولانا فضل حسین سلامت پورہ لاہور کے ہم زلف محمد یوسف وفات پا گئے ہیں۔

☆ ......اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اُستاد عبدالغنی کے بھائی اور ہمشیرہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ ......اٹک کے پرانے ساتھی اُستاد ابراہیم کی بیٹی وفات پا گئی ہیں۔

☆ ......اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی امجد خان کے بہنوئی سردار افتخار خاں وفات پا گئے ہیں۔

☆ ......اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی امیر حیدر انتقال کر گئے ہیں۔

☆ ......بھمبر آزاد کشمیر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اکرم کی بیٹی وفات پا گئی ہیں۔

☆ ......بورے والا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد فیض رسول کی ہمشیرہ وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

..........☆☆☆..........

قسط نمبر 13

فرض کی بجا آوری اور مشن کی تکمیل میں جہاں نوردی کے دوران امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ' کی نگاہ بصیرت نے کیا دیکھا؟ اچھوتے قلم نے کیسے بیان کیا؟.........

پیش خدمت ہے' سفرنامہ

''غبار راہ''

آپ کے اسلام کا اندازہ اُس وقت ہوتا ہے جب آپ چار سو سواریوں کے ساتھ جہاز میں سفر کر رہے ہوں' لیکن آپ تین آدمی بھوکے پیاسے بیٹھے ہیں چار سو آدمی کے برتن میں کھانا نہیں کھاتے کہ ہم کافروں کے استعمال کرنے والے برتن استعمال نہیں کرتے۔ آپ کا کسی کو احساس ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس زمین پر کھڑے ہیں' کسی کا کوئی کلچر' کوئی تہذیب' کوئی عقیدہ ہے کوئی بات اُن کے پاس ہے ورنہ ہمیں بھی یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ یہاں بیٹھے رہیں' لوگ خدمت بھی کرتے ہیں۔ اللہ نے عزت بھی دی ہے گھر سے کھانا بھی ملتا ہے خدا نے بے شمار ذرائع دیئے ہیں' مزدوری کے لئے زمین دی ہے' جائیداد دی ہے' اولاد دی ہے لیکن کیا یہ نعمتیں اس لئے دی ہیں کہ ہم اس کی نعمتیں کھا کر سو جائیں اور جو فریضہ اُس نے بحیثیت مسلمان ہمارے ذمہ لگایا ہے اُسے فراموش کر دیں۔

اگر ہم نے اس سب بے حیائی میں حصہ نہیں لینا ہے تو ہم اسے دیکھنے کیوں جائیں۔ ہم دیکھنے نہیں جاتے ہم اس کا مقابلہ کرنے جاتے ہیں اور بحمد للہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ ہم نے ایک مہینے میں چودہ ممالک میں ذاکرین کی جماعتیں پیدا کی ہیں اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ ہر ملک میں غیر مسلموں کو مسلمان بھی کیا ہے' لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے ہیں۔

اسلام میں زیادہ شادیاں کیوں کرتے ہیں؟

یہ عجیب لوگ ہیں' ان سے جواب نہیں بن پڑتا انہوں نے مطالعہ کبھی نہیں کیا' دیکھنے کی تکلیف نہیں کرتے۔ اُن کے لئے بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا نبی کریم کی شادیاں اتنی کیوں ہیں؟ اس معاشرہ میں یہ بڑا اعتراض ہے۔ دیکھو جی! مولویوں کو یہ بیان نہیں کرنا چاہیے' میں نے کہا تم گدھے ہو! کیوں بیان نہیں کرنا چاہیے نبی اکرم ﷺ وہ شخصیت ہیں جس ہستی نے پچیس برس کی عمر میں چالیس برس کی بیوہ کے ساتھ نکاح کیا اور جب تک زندہ رہیں پچاس برس کی عمر تک رسول اللہ ﷺ نے اُسی کے ساتھ عہدہ وفا نبھایا اور اس طرح نبھایا کہ دنیا میں مثال قائم کر دی اگر آپ ﷺ کو کثرت ازدواج کا شوق ہوتا تو جوانی میں کیوں نہ کرتے؟ دوسرا نکاح سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد دیکھیں گے کہ جب آپ ﷺ کا خانہ مبارک زوجہ محترمہ سے خالی ہو گیا' تو ابوبکر صدیقؓ نے اپنی سولہ سالہ دوشیزہ بیٹی خدمت عالیہ میں پیش فرمائی۔ اس کے بعد جتنے نکاح مبارک حضور ﷺ نے فرمائے تو ان ازواج مطہرات کی کفالت کا سبب بنا اُن کے پانچ پانچ چار چار بچوں کی کفالت کا سبب بنا۔ عمر رسیدہ خواتین تھیں' اُن کے شوہر شہید ہو چکے تھے کسی کے اُحد میں کسی کے بدر میں۔ وہ اعلیٰ قبائل کی خواتین تھیں اور قبائل کے قبائل ان کی معرفت اسلام میں داخل ہوئے۔ لیکن کوئی مطالعہ کی تکلیف تو کرے۔ شوقیہ شادیاں کرنے کی عمر تو جوانی کی ہوتی ہے بڑھاپا شوقیہ شادی کرنے کی عمر تو نہیں ہوتی۔ لیکن اتنا بھی کوئی جواب نہیں دے سکا کتنی عجیب بات ہے۔ مغرب والوں کو اتنا نہیں کہہ سکتے کہ اسلام میں شادیاں تو چار کرنے کی اجازت ہے لیکن کوئی گرل فرینڈ رکھنے کی اجازت نہیں ہے تم شادی ایک کرتے ہو لیکن پچاس گرل فرینڈ اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ وہ صحیح ہے یا یہ صحیح ہے۔ پھر اسلام میں آپ دو شادیاں بھی کریں تو ساتھ عدل کی قید ہے' عدل نہیں کر سکتے تو ایک ہی رکھو۔ پھر دونوں کے لئے مکان کا اہتمام کرو' لباس کا اہتمام کرو' غذا کا اہتمام کرو' دونوں کے حقوق ادا کرو۔ کسی کو شکایت پیدا نہ ہو اگر یہ سب نہیں کر سکتے تو ایک ہی رکھو۔

میں نے کہا ''دکھاؤ' ایسا نظام تمہاری سوسائٹی میں ہے' تم گرلز فرینڈ اور بیوی میں مطابقت کر کے مجھے دکھاؤ!''

That Something is very Beautiful

یہ بہت اچھا سسٹم ہے لیکن کوئی انہیں بتائے بھی۔

اگر ہم ہی لوٹنے کو جائیں' ہم ہی صرف چندے اکٹھے کرنے کو جائیں' اور ہم ہی وہاں لڑنے کو جائیں۔ ایک جا کر کہتا ہے' مجھے پیسے دو' جو پہلے آیا وہ تمہیں گمراہ کر

گیا' وہ کافر تھا۔ دوسرا جا کر یہ کہتا ہے' وہ کافر ہے پیسے مجھے دو میں تجھے اگلے جہان بخشاؤں گا۔

لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمارے گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جس شخص کا گھر جل رہا ہے وہ کس طرح سکون کے ساتھ کسی دوسرے کی مدد کر سکتا ہے؟ ہمارا اصل مسئلہ یہ نہیں کہ وہاں کفر کیوں پھیلا ہوا ہے ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسلام پر یہاں عمل کیوں نہیں کرتے؟ اگر ہم جو یہاں بستے ہیں خدا نے ہمیں ملک دیا ہے خدا نے ہمیں ریاست دی ہے خدا نے ہمیں مہلت دی ہے فرصت دی ہے ۔کیا ہم اپنے آپ کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں نہیں لا سکتے۔ کیا ہماری عبرت کے لئے دنیا کا یہ حال کافی نہیں ہے۔ اگر ہم یہاں دین اپنا لیں اور دین پر باقاعدگی سے عمل کریں اور ہم خود کو مسلمان ثابت کریں تو اس دنیا کو مسلمان بنانے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ زیادہ محنت نہیں لگتی زیادہ تکلف نہیں لگتا۔ آپ دیکھیں' لوگ خود بخود مسلمان ہونا شروع ہو جائیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ صرف منبر پر کہا جاتا ہے عملی زندگی میں' بازار میں' گلی میں' کاروبار میں' تجارت میں' دفاتر میں یہ کہیں نظر نہیں آتا۔

میں حج کو ایک مختلف نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہر شخص کا ایک نقطہ نظر ہوتا ہے میرا نقطہ نظر حج کے متعلق یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جا کر ہتھیار ڈال دینے کا نام حج ہے۔ جس طرح کوئی فوج شکست تسلیم کر لیتی ہے اور دوسرے کے سامنے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھا دیتی ہے کہ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اب ہماری طرف سے کوئی گولی نہیں چلے گی۔ تم ہمیں مارو' باندھو' چھوڑ دو' کہیں لے جاؤ' جیل میں رکھو' آزاد کر دو یہ تمہاری ہی پسند پر ہے ہم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حج ہے اللہ کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کا نام۔ اگر اللہ کریم بیت اللہ شریف۔ میں لے جائیں اور آپ کھڑے ہو کر دیکھیں تو وہاں جو کچھ ہوتا ہے بالکل وہی رسم ادا کی جاتی ہے جب فوجیں باقاعدگی سے ہتھیار ڈال دیتی ہیں' پریڈ کرتی ہیں کہ وہ ہتھیار بھی پیش کریں اور اُن کے کمانڈر کے کراؤن وغیرہ بھی اُتارے جائیں۔ بالکل وہاں یہی ہوتا ہے کہ کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں' سر ننگا ہوتا ہے' پاؤں ننگے ہوتے ہیں' دو ان سلی چادروں میں لپٹا ہوا بندہ' ہاتھ باندھے ہوئے اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے کہ خدایا! میں اپنی ساری کوتاہیوں' ساری کمزوریوں کے سمیت حاضر ہوں جو ہو چکا 'ہو چکا آئندہ میں تیرے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔

اللہ کریم وہاں لے جائے تو یہ اُس کا بہت بڑا احسان ہے لیکن کیا اپنے حج کو ہم یہاں حج اکبر نہیں بنا سکتے؟ چونکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے' وہ صرف بیت اللہ میں نہیں ہے بلکہ تم جہاں بھی ہو' رب جلیل تو موجود ہے۔ ہم اپنے اس حج کو جہاں بھی ہم ہیں کیا یہاں ہی ہم سرنڈر کر دیں تو بہتر نہیں ہے۔

آیئے! ہم اپنے اللہ سے عہد کریں کہ وہ ہمیں قبول کر لے اور پھر سے وہ ولولہ تازہ دے کر ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے سربکف ہو جائیں۔

اُردو میں ایک ضرب المثل ہے کہ گھر میں دانے نہیں اماں چلی پینے۔ بھئی خود تو عمل نہیں کرتے' اپنے دل کو یقین حاصل نہیں ہے تو کسی کو کیا دے گا؟ آؤ اپنے پاس سرمایہ جمع کریں۔ سب سے پہلے اپنے دلوں کو آباد کریں۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کر دیا ہوا ہے۔ آپ نے کبھی کسی بحری جہاز کے ڈوبنے کا منظر پڑھا ہو گا' کسی فلم میں دیکھا ہو گا' کسی تصویر کو دیکھا ہو گا' کوئی کہانی سنی ہو گی۔ جب جہاز پھٹتے ہیں یا ڈوبتے ہیں تو جو لوگ سمندر میں رہ جاتے ہیں' اُن میں سے کوئی دیکھتا ہے کہ کوئی اور بھی ہاتھ پاؤں مارے تو میں ہاتھ پاؤں ماروں' ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ نہیں' ہر کوئی ہاتھ پاؤں مارتا ہے اگر چہ وہ سمجھتا ہے کہ خشکی سے سینکڑوں میل دور ہوں میں تیر کر نہیں پہنچ سکتا' پھر بھی ہاتھ پاؤں جب تک شل نہیں ہو جاتے مارتا ہی رہتا ہے کہ میں سر باہر رکھوں ممکن ہے کوئی بچنے کا سبب بن جائے۔

ہم عین سمندر میں غرق ہو رہے ہیں تو ہمیں دوسروں کو دیکھنے کی بجائے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے چاہیں۔ جو اپنے لئے ہو سکتا ہے وہ تو کرنا چاہیے۔ اگر یہ وبا' دوبئ میں آ سکتی ہے تو پاکستان زیادہ دور نہیں ہے کل یہ بیچز یہاں بھی بننا شروع ہو جائیں گی۔ اگر ہمارا یہی حال رہا تو یہ سب کچھ ہمارے گھروں میں آ جائے گا۔ اب پیشتر اس کے کہ یہ آگ یہاں لگے' ہمیں اس کو وہاں بجھانا چاہیے ورنہ اللہ کریم بڑا بے نیاز ہے۔ بغداد میں کتب خانے بھی بہت تھے علما بھی بہت تھے۔ مناظرے بھی گلی گلی ہوتے تھے۔ مباحثے بھی بہت ہوتے تھے۔ فتویٰ بازی بھی بہت ہوتی تھی۔ خانقاہیں بھی بڑی تھیں لیکن دین نہیں تھا' لوگوں کے دل خالی تھے خدا نے ان پر تاتاری مسلط کر دیئے اور انہوں نے ہر چیز تہس نہس کر دی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اتنے کتب خانے دریا میں انہوں نے پھینکے کہ چھ ماہ تک دریا کا پانی جب بغداد شہر سے گزرتا تھا تو وہاں سے سیاہ ہو جاتا تھا کیونکہ قلمی کتابیں ہوتی تھیں' سیاہی سے لکھی ہوئی۔ لیکن اسلام نہیں مٹا جن تاتاریوں نے مسلمانوں کو تباہ کیا تھا وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

خدا کا پیغام قبول کر کے انہوں نے ایمان قبول کر لیا اور وہ مناظرے کرنے والے اپنے انجام کو پہنچ گئے لیکن ہمارا ابھی یہی حال نہ ہو کہ ہم جس امریکہ پر لعنتیں بھیجتے ہیں کل کو وہ ایمان لے آئے اور ہم اپنے سارے ناز و نخرے سمیت اللہ کی گرفت میں آئے ہوئے ہوں۔ اس سے پہلے آؤ' اللہ سے عہد کریں کہ خدایا! ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما اور ہمیں نور ایمان' صلاحیت اور استعداد کار عطا فرما کہ ہم تیرے پیغام کو نہ صرف خود قبول کریں بلکہ زمین پر پہنچانے اور پھیلانے کا سبب بن سکیں۔

(جاری ہے۔)

was the path adopted by the Prophets-AS and the righteous and this is what Tasawwuf is all about: that the Qalb be enlightened and all human actions may reflect the splendour of Divine Light. If sincerity of the Qalb is absent, the verbal declaration will be no more than a futile, untrustworthy exercise.

Maghdhub (those who earn **Allah**'s annoyance) and Dhalin (those who go astray) are two classes of disbelief. The first category includes those who oppose the Prophets-AS, both by word and action. The second category comprises those who verbally claim adherence to the Prophets-AS, but ideologically and practically oppose them. The seeker must keep this definition in mind during his practical life; else he may actually be taking poison while praying for a long life. He may indulge in a sinful activity like listening to music and believe that it is beautifying his eternal life, whereas his actual place is the mosque and his code of life is the Sunnah, The Holy Prophet-SAWS has said that Maghdhub denotes the Jews, and Dhalin denotes the Christians. Let us examine their characteristics, which earned them these titles. It was the blatant opposition of the Prophets-AS of **Allah**! They openly denied the Prophethood of the Prophets-AS, and strove hard to enforce their own concocted concepts and customs and tried ceaselessly to efface Prophetic teachings. Now, when a pseudo intellectual of today declares Prophetic knowledge as useless, terms the pilgrimage as a futile journey, pronounces the sacrifice to be a waste of money, and instead strives for the revival of the obscene un-Islamic culture; he is indeed worse than both the Jews and the Christians in conduct. On the other extreme stand the ignorant, who claim to be devoted believers, but adopt their own innovations and anti-Sunnah rituals, to display this devotion. They do not comprehend that no expression of love, however profound, can cross the limits defined by **Allah**; and the only proper way of demonstrating one's love is through total adherence to the Prophet's-SAWS Sunnah.

Thus **Allah** has prescribed this prayer as a sure treatment of all such ailments. It is so vital to human life that it has been enjoined as an integral part of each cycle of the Salat. May **Allah** guide us all! Amin!

امیر المکرم کے بیانات اب ''ٹی وی چینل'' پر

الحمدللہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنا ٹی وی چینل'' (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد روزانہ (علاوہ ہفتہ، اتوار) نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک، 6-مزنگ روڈ، لاہور، فون 042-7310974، موبائل 0333-4363022

E-mail-rahmat@rahmat.com

Magnificence diminish, nor can the 'us' of the implorer go in vain. As this 'us' comprises mainly those who are held very dearly by **Allah** and are the bearers of His All-Embracing Grace; it is indeed beyond His Graciousness to accept the invocation of such a large group and reject the prayer of an individual. In truth, even our humblest and most devoted supplications and prayers can never be worthy of acceptance in His Court, because His Majesty and Glory are far too sublime. On the other hand our present situation is such that the element of humility and awe are totally missing from our prayers.

And when the supplications of the righteous, the Sujood of the Shuhada, the worship of the Mujahadeen of Islam offered in the heat of the battle, the adoration of Angles and **Allah**'s Messengers-AS, and above all those offered by the Holy Prophet-SAWS are taken in view, then our worship appears worthless. But observe **Allah**'s Mercy in the manner of prayer taught to us: "You Alone do we worship", this collectivity interlaces our prayers with those of the Prophet-AS, the Aulia and the Shuhada and carries them to the door of Divine acceptance.

Praise be to **Allah**! The Magnificence of **Allah** was already known to the worshipper, but as he observes the submission and humility of His elite, it is further endorsed on his Qalb that **Allah** Alone is the Bestower, and all the rest are dependent upon Him.

The Reality of Wasilah (Means of Approach)

The real Wasilah is that a person must seek the company of the righteous with the intention of becoming a faithful servant of **Allah**. It is possible that with them and through them, he might achieve his desired goal. It is a pity that while some people completely deny it, others have invented all sorts of absurdities in its name.

Now, when it comes to the acceptance of supplications, the devotee further states and defines his proposition. **Allah** forbid, it is not that he is trying to elaborate things to **Allah**, but he is actually counselling himself while addressing the Almighty. "*The Path of those whom You rewarded, not of those condemned by You nor of those who went astray*". The can be illustrated by the example of a person praying for a long life, who is asked to choose between a cup of milk and a cup of poisonous drink. He will never opt for the latter if he wants to live long, because actions speak louder than words. On the contrary, if he takes poison, his prayers for long life would be meaningless. If he wants to live on, he will certainly lift the cup of milk and pray: "O **Allah**! I reject poison and seek your protection from it; please bless me with a sound health through this milk." This is the desired harmony between words and actions. Similarly, when a person says "O **Allah**, let me follow the path of the Prophets-AS, Shuhada, true believers and the righteous" he is actually telling his own self to adopt the ways of these exalted souls, according to his own capacity.

The righteous, the true friends of **Allah** and the Shuhada receive beneficence from the Prophets-AS; who receive it directly from the Almighty. This is the channel to establish relationship with **Allah**; a cordial relationship, because Qalb is the ruler and the physical body is the subject, bound by ruler's commands. The love for the Sunnah of the Holy Prophet-SAWS is inspired in the Qalb by Zikr, which is also the instrument to strengthen it. For that reason, nearly eight hundred Ayat of the Quran, directly or indirectly, enjoin Zikr. This

emergence of a new flower. Thus a harp made by a craftsman does not compose melodies on its own, but it is the contribution of a tree that had been felled for it.

This process of addition and elimination goes on endlessly, as He has indicated that He retains the beneficial and eradicates the useless. Any aspect of subversion is attributable to man himself, who foolishly distorts the beauty of this universe. The human life adds splendour and beauty to the canvas of this world. Every human activity defines a particular colour in this masterpiece. Thus, when man treads the righteous path he makes flowers bloom at each step. But when he commits sins and transgresses, he blemishes the beauty of the whole picture. He not only abuses his own soul by committing a sin, but the viciousness of his sin pollutes the whole environment. Sin generates and spreads mischief and trouble all around. That is why the Creator of this beautiful universe has warned the human beings: *Do not create mischief in the land.* Disobedience of this command deprives man of eternal salvation and His Mercy.

Owner of the Day of Judgement

The basic motive behind man's actions is the attainment of benefit. Therefore, someone who can reward his actions will naturally be the centre of all his hopes; and he would never imagine annoying such a Benefactor. While **Allah** has control over the end result of every action at all times, there shall be a Day when no soul will be absent, and no one will dare to claim any power or authority. That will be the Day of ultimate Requital. On that Day, the entire universe, including the most stubborn deniers will instantly acknowledge **Allah**'s Absolute Sovereignty and Majesty, because He is the Fountainhead of all excellence and the Sustainer of the universe. All blessings benefiting His creation, whether temporary or permanent, are a manifestation of His Grace and Mercy. Indeed He Alone is the Owner, Whose Ownership will be acknowledged by everyone in the Akhirah. He has always been the only One worthy of worship; and on that Day the denial of every arrogant shall be wiped away like sweepings.

By reciting this Ayah, the worshipper achieves a certain level of nearness with **Allah** and feels himself in His exalted presence. As soon as he realizes this, he reverts from the indirect and submits directly: *You Alone do we worship and from You alone we seek help.* For I have observed the entire universe as resource less and You alone the Provider. I worship You, because I am nothing within myself, and I need Your help and support through every moment of my life. When You are so Gracious and Merciful, and we so helpless and humble pleading for your help with our foreheads touching down in Sajdah before You, then O **Allah**! *Guide us unto the Straight Path.* It is worth noticing that the singular pronoun 'I' has been replaced by the collective 'us'. This is because the devotee observes himself and the entire universe in the state of Sajdah, including **Allah**'s chosen friends. Now he cannot isolate himself from them and entreats: "O **Allah**! "*You Alone do we worship and from You alone we seek help,*" so *Guide us unto the Straight Path*". The word 'us' includes all the righteous, the Shuhada, the Siddiqin and the Prophet[AS], all of whom are requesting **Allah** for guidance and adherence to the right path. Because of the collective prayer of these noble souls, many wrongdoers also receive Mercy and guidance! Praise be to **Allah**! What an amazing prayer He has taught us; which can never be rejected; neither can **Allah**'s

conform to the teachings of the Prophet-AS. Otherwise, it should be outrightly rejected. Besides, it is incumbent on the entire Ummah to obey all commands of their Prophet, while the Kashf of a Wali constitutes no authority for others to follow.

The Most Gracious, the Most Merciful.

Al-Rahman and al-Rahim are the two synonymous Divine Attributes pertaining to His Mercy. Al-Rahman or the Gracious signifies a transient Attribute. In Arabic grammar, verbs of such phonetic balance (an) denote those conditions, which do not exhibit permanency, like ghadhban (to be angry), atshan (to be thirsty), hairan (to be surprised). This Attribute of Grace too, is a branch of **Allah**'s Providence. Since He is the Creator and the Rabb of the entire universe, He is also Rahman, as it does not befit Him to deprive any of His creatures from the resources and means of sustaining life. Therefore, as long as this universe exists, all the creations will receive their share of necessities to maintain their existence. This is the general Mercy for all. Yet there is another special and classified Mercy, emanating from His Attribute of al-Rahim. Grammatically, the verbs in this tense in Arabic language denote permanence of attributes or actions, e.g., 'Alim (the knower), Hakeem (the Wise). The manifestation of Mercy in this case is extensive and eternal, which will neither diminish nor disconnect.

This aspect of His Mercy (al-Rahim), inspite of its element of Providence is in itself only a speck of the vast field of Mercy. Another aspect of Mercy deals with educating the entire universe on each and every aspect of their existence. The knowledge given to the creation for the fulfillment of their needs is also a manifestation of this Attribute. The conferring of honour and awards upon leading a successful temporal life, and the gifts of excellence, beauty, and unlimited and unimaginable favours in the Akhirah, all originate from the fountainhead of the Attribute of Mercy as no one could have compelled **Allah** to do so. And the knowledge granted by **Allah** for the fulfilment of needs is also a display of His Mercy.

Attainment of Allah's Mercy is a Human Need

The highest for of knowledge is the one acquired through the Prophets-AS, which serves as the means of attaining **Allah**'s Mercy by people. It should also be noted that **Allah**'s Grace (flowing from His Attribute of al-Rahman) is being manifested only as long as this world exists, and the believers and the non-believers are equally availing it. But once this world, which is the stage for its display, comes to an end, this Attribute too would cease to manifest. Since the human beings have to pass on to the eternal world, they must seek, through the Prophets-AS, the eternal component of **Allah**'s Mercy (flowing from al-Rahim). If people remain indifferent towards the attainment of **Allah**'s Mercy, and feel contented with His Grace alone, they must realize that it will discontinue as soon as this life is over. Then, if they had not attained His Mercy, they will be sized by His punishment. For that reason He is called Rahman ad-Dunya (Gracious in the world) and Rahim al-Akhirah (Merciful in the Hereafter). It is this Mercy, which not only creates the entire universe but also gives it a perfect balance, beauty and grandeur. In short, every change contains a positive and constructive aspect, no matter how destructive it may appear. Withering of each flower actually heralds the blossoming of a new bud. Again, in the disappearance of the bud is the

The Divine Way of Educating the Creation

This is the excellence of His Providence that while He has provided all that is required, He has also given everyone the sense to discern its needs and the means of fulfillment. A calf, instantly after birth, knows that its food is milk, and also knows where to look for it. It instinctively reaches for the udder. Similarly, a newly born tadpole starts swimming as soon as it is born. Even a tiny little ant knows its course of action. The breeze carries the aroma of grains to it. It splits the grain into halves before storing it in its burrow, lest it may sprouts due to the dampness of soil and render its efforts futile. But it splits a coriander seed into quarters, fully aware that a coriander seed is capable of sprouting even from halves. This is the perfect system of Divine Providence that He has blessed the needy with complete realization of its needs, along with appropriate knowledge for the fulfillment.

The Quran presents this Divine Attribute of Providence as evidence to **Allah**'s Greatness and Absolute Divinity, and establishes it as the basis of human obligation to worship Him.

Prophethood – a Proof of Allah's Providence

The Divine Attribute of Providence is indeed a proof of the validity of Prophethood. A human being does not represent a physical body alone, but both the body and the Spirit. Whereas the human being has the knowledge of his physical needs and the ways of the fulfillment, he must also know his spiritual requirements and the means of accomplishment. The intellect and knowledge pertaining to physical body, its growth and the related sciences are granted to the mind. All minds differ in their capacity. Some people excel others in various fields, and their help is sought in matters pertaining to their particular specialization. Similarly, the Qalb was Divinely chosen as the seat of faculties required for growth and advancement of the Spirit. Then **Allah** sent Prophet-AS, masters of the art of reforming human hearts. Over the varying periods of time, mankind benefited from these Prophets-AS and stood spiritually reformed. Those who failed to reform themselves died spiritually just like the one deprived of food dies physically. It is Rabb, Who communicates with the ant and the calf, and guides the honeybee to flowers and teaches it to transform nectar into honey. These are all manifestations of His Attribute of Providence. It is only appropriate for His Providence to confer Prophethood upon His chosen people, and thus provide for the life and development of the Spirit. He speaks to the Prophets-AS and blesses them with Revelations or inspiration and intuition. The true and devoted followers of the Prophets-as are those who practically spend their lives according to their teachings. From amongst these devotees, some may receive a droplet of this great blessing, commensurate with their capacity, through sincere and devout adherence to the Prophet-AS. That actually is a reflection of the Prophetic excellence and is known as Kashf, Ilqa or intuition. A Prophet, however, clearly and correctly discerns the content and meaning of whatever descends on him.

Possibility and Cause of Error in the Kashf of a Wali

The Kashf of a Wali is also true, being a communication from **Allah**, yet the possibility of error in its interpretation cannot be ruled out, because the perceptions of a Wali are not as refined as that of a Prophet-AS. Therefore, it is imperative that the Kashf of a Wali must

ASRAR UT-TANZIL

Surah 1 - Surah al-Fatihah

In the name of **Allah**, The Most Gracious, The Most Merciful.

1. All Praise is for **Allah** Alone, Rabb of the entire Universe.
2. The Most Gracious, the Most Merciful.
3. Master of the Day of Judgment.
4. You Alone do we worship and from You Alone we seek help.
5. Guide us unto the straight Path.
6. The Path of those whom You rewarded.
7. Not of those condemned by You, nor of those who went astray.

The Secrets of Revelation

The first complete Surah revealed at one time.

The Manner of Supplication

Allah has taught mankind a comprehensive and complete prayer. It opens with His praise, followed by acknowledgement of His greatness and the servitude of mankind to Him. Along with His glorification, it puts forth the request for His help and succour, as well as for bliss both in this world and the next. Thus it has been made clear that while praying or supplicating to **Allah**, the manner and the sequence should be to glorify Him first, to express one's own humility and worthlessness; to promise complete submission to Him, and finally submit the request.

*All Praise is for **Allah** Alone, **Rabb** of the entire universe.*

After seeking **Allah**'s protection against Satan, and the beginning in His Name, the first thing is to acknowledge that **Allah** is the centre of all excellence and positive attributes. Be it beauty or glory, strength or might, knowledge or skill: whenever any of the qualities is appreciated in the creation, the real credit shall always go to the Creator. By appreciating a piece of art one actually praises the artist. **Allah** is the Nourisher of the universe, the Bestower of skills and excellence to the entire creation. His system of Providence is so comprehensive that the whole creation benefits from it simultaneously. He has not only given His creations an existence, but has also taught them how to grow and survive and to work for betterment. He blessed them with the awareness of their needs, and provided them with means and resources for the fulfillment. The universe has been so designed and the workshop of life so well organized that while the sun lights the royal palaces, it also illuminates the huts of the poor at the same time. While fruits ripen in the orchards, ant's eggs are also being hatched. Air, light, rain, seasons and the perpetual cycle of day and night affect the whole creation simultaneously, by regulating them, and providing them with necessities and all the benefits of life.